کتاب و سنت اور اسلافِ اُمت کی تعلیمات کا علمبردار

ماہنامہ

اشرف الجرائد

حیدرآباد

Volume:11 Issue:7 July 2018

www.idara.info

اشرف الجرائد میں شامل تمام مضامین کی تمام جزئیات سے مدیر کا اتفاق ضروری نہیں

آئینۂ مضامین

اشرف الجرائد کی توسیع و اشاعت میں حصہ لے کر اشاعتِ دین کا ثواب حاصل فرمائیں۔ادارہ

مومن کامل کی صفت نماز کی پوری حفاظت

مولانا عبدالقادر فرید قاسمی*

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَالَّذِیْنَ هُمْ عَلٰی صَلَوٰتِهِمْ یُحَافِظُوْنَ ۝۹ (سورۃ المؤمنون)

ترجمہ: (حقیقی فلاح پانے والے وہ لوگ ہیں) جو اپنی نمازوں کی پوری نگرانی رکھتے ہیں۔

تشریح: ارکانِ اسلام میں سب سے اہم رکن ''نماز'' ہے جس کا ذکر قرآن وحدیث میں بڑی کثرت سے آیا ہے، جس کی بڑی فضیلت واہمیت کو بھی اُجاگر کیا گیا ہے، حفاظت صلوٰۃ پر بڑے بڑے وعدے ہیں، ترکِ صلوٰۃ پر بڑی بڑی وعیدیں ہیں، نماز کی اہمیت کو سمجھنے کے لئے یہی ایک بات کافی ہے کہ اللہ پاک نے ہر حکم عرش سے فرش پر نازل فرمایا لیکن جب نماز کی باری آئی تو اپنے محبوب کو عرش پر بلایا اور اس عظیم تحفہ کے ذریعہ عزت افزائی فرمائی؛ اللہ تعالیٰ نے اس سورۂ مومنون میں مومنین کاملین کے جو خصائل حمیدہ ذکر فرمائے ہیں اس کی ابتداء بھی نماز سے ہے اور اختتام بھی نماز سے ہی ہے یہ اس بات کی علامت ہے کہ اللہ پاک کے یہاں یہ عمل بڑی اہمیت وفضیلت کا حامل ہے اور کامیابی وکامرانی کا معیار اور اپنی رضا کی کسوٹی ہے۔

اس آیت میں حفاظتِ صلوٰۃ کو عمدہ خصلت قرار دیا گیا ہے آخر حفاظتِ صلوٰۃ کا مطلب کیا ہے؟ جواب یہ ہے کہ حفاظتِ صلوٰۃ ''نماز کو ان کے اوقات مستحبہ میں تمام آداب وشروط اور پابندی کے ساتھ ادا کرنے کو'' کہتے ہیں؛ حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ نے ایک دفعہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا کہ کونسا عمل اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ پسندیدہ ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا نماز کو ان کے اوقات میں ادا کرنا، ایک جگہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے۔

یہ بات مسلم ہے کہ جو کام جس کے نزدیک سب سے زیادہ اہمیت رکھتا ہے اس کی تکمیل پر اس کی آنکھیں

* استاذ شعبہ عالمیت ادارۂ ہٰذا

اتنی ہی ٹھنڈک محسوس کرتی ہیں، چوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نزدیک خیر الاعمال نماز ہی تھی اس لئے اس کو ادا کر کے آپ کی آنکھیں ٹھنڈی ہوا کرتی تھیں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک موقعہ پر تاکیداً کہا، لوگو! جان لو تمہارے سب اعمال میں بہتر عمل نماز ہے، ایک انصاری صحابیؓ نے نماز کے وقت اپنی باندی کو آواز دی کہ پانی لاؤ، نماز پڑھ کر راحت حاصل کریں تو سننے والوں کو ان کی یہ بات گراں گذری تو اُنھوں نے فرمایا: رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت بلالؓ سے فرماتے تھے اے بلال! اٹھو اور نماز سے ہمیں راحت پہونچاؤ۔

غور کرنے کا مقام ہے کہ جس کام کے اندر نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو راحت وسکون اور قلبی اطمینان محسوس ہو اسی کام سے امت لاپرواہی، سستی برتے تو اس کے مقدر میں حرمان نصیبی تو آسکتی ہے مگر راحت وسکون میسر نہیں آسکتا، آج امت ہر قسم کے مصائب وآلام کا شکار ہے اور وہ ان مصائب کے دنیوی اسباب وعلل تو تلاش کر رہی ہے لیکن جس کام میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو راحت وسکون ملا تھا اس کو نہیں اپناتی؛ حضرت ابن عمرؓ نے ارشاد فرمایا تھا کہ جس کی نماز درست ہوگئی اس کا ہر کام درست ہو جائے گا، اور جس کی نماز درست نہیں ہوئی اس کا ہر کام منتشر ہو کر رہ جائے گا؛ صحابہ کرامؓ کو اہتمامِ نماز ہی میں دنیوی واُخروی فوز وفلاح کا کامل یقین تھا اور وہ اس قدر انہماک، خشوع وخضوع کے ساتھ نماز ادا کرتے اور ان کو نماز کے اندر وہ حلاوت نصیب ہوتی کہ تیر وتلوار کے لگنے پر بھی نماز چھوڑنے کو ان کی طبیعت نہیں چاہتی تھی، بعض اوقات جسم کو پہنچنے والے نقصان کا احساس تک بھی ان کو نہیں ہوا کرتا تھا، اگر ہمارا بھی یہی اہتمام نمازوں کے سلسلے میں ہو جائے اور خشوع وخضوع اور انہماک پیدا ہو جائے تو یقیناً وہی عزتیں، سرخروئیاں ہماری منتظر ہیں۔

دعا ہے کہ اللہ پاک ہم سب کو نمازوں کا شوق اس کی حلاوت، خشوع وخضوع نصیب فرمائے۔ آمین

اپیل برائے دعائے مغفرت

نہایت افسوس کے ساتھ یہ اطلاع دی جاتی ہے کہ ادارہ کے قدیم خادم محترم جناب ارشاد خان صاحب (طباخ) نمونیا کے عارضہ میں ۲۶ / جون ۱۸ء م ۱۱ / شوال ۳۹ھ کو انتقال کر گئے ہیں، **انا للہ وانا الیہ راجعون**، بعد نماز عصر ان کے وطن پربھنی میں تدفین عمل میں آئی۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کی مغفرت فرمائے، ادارہ ہذا میں کی گئی دینی خدمات اور اعمالِ صالحہ کا انھیں بہترین صلہ عطا فرمائے، پس ماندگان کو صبر جمیل کی توفیق بخشے۔ آمین قارئین سے خواہش ہے کہ مرحوم کو اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں، اور اہل تعلق حسبِ سہولت وحیثیت ایصال ثواب کریں۔

درسِ حدیث

نیکیوں پر خوشی ایمان کی علامت ہے

مولانا سید نذیر احمد یونس قاسمی*

عَنْ عَائِشَةَ رضي الله عنها اَنَّ النَّبِیَّ صلی الله علیه و سلم: کَانَ یَقُوْلُ اللّٰھُمَّ اجْعَلْنِیْ مِنَ الذِیْنَ اِذَا اَحْسَنُوْا اِسْتَبْشِرُوا وَاِذَا اَسَاؤُوا اِسْتَغْفِرُوْا۔ (مشکوٰۃ باب الاستغفار والتوبۃ ص:۲۰۶)

ترجمہ: ام المؤمنین حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ نبی علیہ السلام دعا کرتے تھے کہ اے اللہ! مجھے ان لوگوں میں سے بنائیے جو نیکی کریں تو خوش ہوجائیں اور جب گناہ کریں تو توبہ واستغفار کریں۔

تشریح: انسانی مزاج خوشی اور غم سے مرکب ہیں، منافع انسان کو خوشیوں سے سرشار کردیتے ہیں اور نقصانات سے انسان غمگین ہوجاتا ہے، ان فطری جذبات میں آدمی کی خواہش یہ ہوتی ہے کہ غم اور تکلیف کا سامنا نہ کرنا پڑے خوشیاں ہی خوشیاں اسے میسر آئیں۔لیکن حقیقت یہ ہے کہ نہ دنیا کی خوشی پائیدار ہے اور نہ ہی اس کا غم ہمیشہ، بلکہ اس دنیا کو ہی" ظلِ زائل" یعنی ڈھلتا سایہ کہا گیا تو اس کے احوال تو بدرجۂ اولیٰ فانی اور زائل ہوجانے والے ہیں۔

اور آخرت لافانی ہے اس کی نعمتیں لازوال ہیں، اور عقلمند اس کو کہا جاتا ہے جو فانی کے مقابلہ میں لافانی کو، زائل کے مقابلہ میں دائم کو اختیار کرتا ہے، اور ان اعمال سے اپنی زندگی کو مزین کرتا ہے جو ہمیشہ ہمیش کی آخرت والی زندگی میں خوشیوں بھری سوغات اس کے لئے عطا کرنے والے ہیں، اور اگر فطرت مسخ نہ ہوئی ہو اور دل سختی کا شکار نہ ہوئے ہوں تو ایک مومن کے لئے ایمانی زندگی اور اعمال کی طاقت روح کی بالیدگی کا سامان اور حقیقی خوشی کا ذریعہ بن جاتی ہے اور وہ اس کو محسوس بھی کرلیتا ہے، اس کے برعکس گناہ اس کے ضمیر کو مردہ دل کو میلا کردیتے ہیں

حضرت سیدنا ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ مومن جب گناہ کرتا ہے تو اس کے دل پر سیاہ دھبہ لگ جاتا ہے، اگر وہ توبہ کرتا ہے تو اس کا دل صاف وشفاف ہوجاتا ہے اور اگر وہ دھبہ

* استاذ شعبہ عالمیت ادارۂ ہٰذا

گناہوں کی وجہ سے مزید بڑھتا گیا تو وہ زنگ ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے ”كَلَّا بَلْ ۜ رَانَ عَلٰی قُلُوْبِهِمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ “میں تذکرہ فرمایا ہے۔(ترمذی)

معلوم ہوا کہ دل کا آئینہ یا تو نیکیوں سے صاف وشفاف اُجلا ہوتا ہے یا پھر گناہوں سے داغ دار ہوجاتا ہے، ایک مومن کو کوشش کرنی چاہیئے کہ جیسے وہ اپنے ظاہر کو پاک صاف رکھنے کی کوشش کرتا ہے اس سے زیادہ اپنے باطن کو پاک رکھنے کی کوشش کرے۔

بے ایمان اور بدعمل شخص کو اس کا کچھ احساس نہیں ہوتا کہ اس سے گناہ سرزد ہوا ہے اور وہ غضبِ خداوندی کا مستحق ہوا ہے بلکہ وہ تو پوری زندگی ضلالت وگمراہی میں بھٹکتا رہتا ہے، گناہ کر کے اسے کوئی غم نہیں ہوتا اور کسی بھلائی کی توفیق اس کو مل گئ تو خوشی کا کوئی احساس بھی اس کو میسر نہیں ہوتا بلکہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے کہ مومن گناہوں کے بوجھ کو ایسا محسوس کرتا ہے کہ جیسے وہ پہاڑ کے نیچے بیٹھا ہوا اور اس کو ڈر ہے کہ کہیں وہ پہاڑ اس پر نہ گر جائے اور گناہگار شخص اپنے گناہوں کو ایسا سمجھتا ہے جیسا کہ مکھی ناک پر بیٹھی اور اس نے ہاتھ سے اُڑا دیا۔(بخاری) یعنی گناہوں کا ارتکاب اس کے لئے معمولی بات بن جاتی ہے اس کا کوئی بوجھ اس پر نہیں ہوتا۔

غرض یہ کہ نیکیوں کی توفیق پر دلی فرحت کا ملنا اور گناہوں پر احساسِ ندامت کے ساتھ استغفار کی توفیق ملنا یہ عظیم دولت ہے اور ایمانی حالت ہے اسی لئے نبی علیہ السلام دعا فرمارہے ہیں کہ اے اللہ! مجھے ان لوگوں میں سے بنادیجئے جو اچھائیوں پر خوش ہونے والے اور برائیوں پر نادم ہونے والے ہیں، یہ نہیں فرمارہے ہیں کہ گناہوں پر افسوس کرنے والوں میں سے بنایئے بلکہ اس غلطی کا علاج ذکر کیا جارہا ہے کہ ندامت اور افسوس کے ساتھ غلطی کا مداوا اور تدارک کی فکر میں لگ جانے والے جو لوگ ہیں، ان میں سے مجھے بنادیجئے۔

یہ دعا دراصل بدلتی ایمانی حالت پر نگاہ رکھنے والے بیدار مومن کی علامت ہے کہ وہ اپنی ایمانی ترقی سے خوش ہوتا ہے اور اعمال کی توفیق پر خدا کے حضور شکر بجالاتا ہے اور برائیوں کے ذریعہ اس کی ترقی رُک رہی ہے تو اس کے لئے فکر مند ہوجاتا ہے۔یہی حال ہر ایمان والے سے مطلوب ہے کہ وہ ہر آن اپنی روحانی اور ایمانی فکر کرے کبھی غافل نہ ہو، ورنہ نفس وشیطان وقتیہ عبادتوں پر مطمئن کردیتے ہیں اور خاص موقع پر کئے گئے اعمال سے دھوکہ میں ڈال دیتے ہیں؛ یاد رکھنا چاہیئے کہ عبادت زندگی بھر کا عمل ہے، اور نفس وشیطان سے لڑائی موت تک ہے جو ان سے غافل ہوگیا وہ دھوکہ میں پڑ گیا اور جو بیدار رہا اور اعمالِ خیر کے ذریعہ نیکیوں کے ذریعہ خدا کی رضا حاصل کرنے کی کوشش میں لگا رہا وہ کامیاب ہوگیا۔

پیش گفتار

مدارسِ اسلامیہ کھل گئے ہیں

از: مدیر

ہندوستان کی تاریخ میں گذشتہ دوصدیوں کے دوران مدارس تحریک نے جو عظیم انقلابی باب رقم کیا ہے تحریکوں کی تاریخ میں اس کی مثال ملنی مشکل ہے؛ حجۃ الاسلام مولانا محمد قاسم نانوتوی اور اُن کے مخلص و بے لوث رفقاء نے مل کر سید الطائفہ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب رحمہ اللہ کی ایماء و دعا سے دیوبند کی سرزمین پر جس دار العلوم کی بناء رکھی تھی اس کے ماقبل و مابعد کے حالات پر ایک سرسری نظر بھی اگر ڈالی جائے تو صاف ظاہر ہوجائے گا کہ یہ کام محض پڑھنے پڑھانے کے مرکز اور نری درس گاہ کے قیام کی غرض سے نہیں انجام دیا گیا تھا، بلکہ اس کی تاسیس کے پیچھے اس کے علاوہ بھی کچھ وسیع عزائم اور قیمتی ارادے کارفرما تھے، ان اکابر کے مدنظر جہاں کتاب وسنت اور اس کی روشنی میں اسلامی شریعت کا تحفظ تھا وہیں مسلمانانِ ہند کی زندگیوں میں اس شریعت کے تمام احکام کی ترویج و نفاذ بھی تھا، ایک مکمل نصاب کے تحت جہاں عُلومِ دینیہ کا سیکھنا سکھانا مقصود تھا وہیں ایک منظم نظام کے ذریعہ اعمالِ مسنونہ کی تربیت بھی مطلوب تھی، پھر اُن پڑھائے گئے اور سنوارے گئے افرادِ اُمت کے ذریعہ ــــ جنہیں عالمِ دین کا مبارک لقب اور وارثِ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا رفیع مقام دیا جاتا ہے ــــ پوری اُمت اسلامیہ کی ذہنی وفکری، عملی و اخلاقی تہذیب اور اُن کی ملّی شناخت کا تحفظ، اور مُلکی حقوق کے حصول کو یقینی بنانا بھی منظورِ نظر تھا۔

چناں چہ اگر بہ نظرِ انصاف دیکھا جائے تو مُلک میں ان مقاصد کی ترویج و اشاعت اصلاً مدارس اسلامیہ کے ذریعہ ہی ہوئی، یہ بھی حقیقت ہے کہ اِن مقاصد کی اہمیت کی وجہ سے ہی مدارس پر ملت کے مال داروں نے اپنا سرمایہ بے دریغ صرف کیا، اور ناداروں نے ہر طرح کی اخلاقی حمایت اور محبت و خلوص کے ذریعہ بھرپور ساتھ دیا مدارسِ اسلامیہ ہندیہ کے مصارف کا مجموعی بجٹ اتنا بڑا ہے کہ اگر کسی حکومت کو پیش کیا جائے تو وہ بھی قبول کرنے کے لئے تیار نہ ہو مگر مُلک کے غیّور مسلمان آج بھی اُسے اپنی ذمہ داری سمجھ کر پورا کر رہے ہیں، صرف دار العلوم

دیو بند کا بجٹ اس وقت غلّے کے علاوہ تیس کروڑ روپئے ہے بقیہ ہزاروں مدارس کے بجٹ کا اندازہ اہل مدارس بہ آسانی کر سکتے ہیں ؛ اس تفصیل کا مقصد یہ ہے کہ

آج مدارسِ اسلامیہ قائم تو ہیں اور ماشاء اللہ حسبِ ضرورت ان میں اضافہ بھی ہوتا جا رہا ہے لیکن بانیانِ مدارس کی اکثریت تحریک کے پس منظر کو جانے اور مقاصد کو پہچانے بغیر محض رواجی طور پر کام کرتی چلی جا رہی ہے، یقیناً اس سے بھی اسلام اور مسلمانوں کا بہت کچھ فائدہ ہو رہا ہے مگر مقصدیت سے تجاہل و تغافُل اور رسمیّت پر اکتفا کے نتیجے میں دن بہ دن تحریک کی روح نکلتی جا رہی ہے جو بہت ہی قابلِ فکر بات ہے۔

قمری ماہِ شوال کے اس مہینہ میں جب کہ ملک کے طول و عرض میں مدارسِ اسلامیہ کا رمضان کی تعطیلات کے بعد دوبارہ آغاز ہو چکا ہے اور نیا تعلیمی دورانیہ بھی شروع ہونے جا رہا ہے، ذمہ دارانِ مدارس، اساتذۂ کرام اور طلبۂ عظام کی خدمات میں مذکورہ بالا تفصیل کے حوالے سے چند گذارشیں رکھنا چاہتا ہوں۔

● **بانیان و ذمہ دارانِ مدارس سے تو یہ عرض کرنا ہے کہ** سب سے پہلے تحریک مدارس کے بنیادی مقاصد اور حقیقی فوائد کو خوب اچھی طرح سمجھیں اور ہمیشہ ذہن میں محفوظ اور عمل میں ملحوظ رکھیں، اس کے بغیر آپ کی محنتیں رسم بن کر رہ جائیں گی آپ مقصد کے حصول تک پہونچنے نہیں پائیں گے۔

دوسری بات یہ ہے کہ مدرسے کا بجٹ ہر سال پہلے تیار کر لیں اور متوازن طور پر تیار کریں یعنی تعلیمات، انتظامیات، تعمیرات کے اخراجات توازُن و اعتدال کے ساتھ ہوں، طلبہ کی سہولتیں بھی ملحوظ رکھی جائیں، طعام بھی معیاری نہ ہو تو کم از کم متوسط تو ہونا ہی چاہیئے، مشاہرات میں عملے کی ضروریات کا ممکنہ لحاظ رکھیں، صفائی ستھرائی کا پورے مدرسے میں خوب انتظام ہو، بالخصوص طہارت خانوں اور طعام خانے میں بہت اہتمام کے ساتھ صفائی کا خیال رکھا جانا چاہیئے۔ مالیات کے اخذ و صرف میں دیانات کے اہتمام کے علاوہ سرکاری مقتضیات و مطالبات کو ملحوظ رکھنا اور ہر سال سی اے (C.A.) کے ذریعہ جائزہ و توثیق بھی باقاعدہ کرانی چاہیئے، یہ مسئلہ شرعاً و قانوناً دونوں طرح قابلِ فکر و توجہ ہے۔

ایک اہم بات یہ بھی ہے کہ ذمہ داروں کو اپنے عملے کے ساتھ خیر سگالی معاملہ رکھنا چاہیئے، تحکُّم و بے نیازی سے بہت نقصان ہوتا ہے کہ اچھے کام کرنے والوں سے مدرسہ محروم ہو جاتا ہے، اگر عملے کو مدرسے کی ضرورت ہے تو مدرسے کو بھی تو عملے کی ضرورت ہے، دونوں کو یہ بات ملحوظ رکھ کر کام کرنا چاہیے، یاد رکھنا چاہیئے کہ عُہدے ڈسپلن قائم رکھنے اور کام کو مستحکم کرنے کے لئے ہوتے ہیں، سید القوم خادمہم اور قواعد و ضوابط کا بھی اصل مقصود یہی ہے، اس لئے بلا سخت ضرورت و مجبوری کے عملے کے ساتھ تعلقات میں تحکُّم و آمریت کا اظہار نہ ہونا چاہیئے، جو لوگ سب کو لے کر چلتے ہیں اُن کا اسٹاف بھی ساتھ دیتا ہے اور وفاداری کرتا ہے، جو لوگ حکمِ حاکم والا

طرزِ عمل اختیار کرتے ہیں ان کے ماتحتوں میں منافقت جڑیں پکڑ لیتی ہے اور جہد و عمل کا درخت ثمر آور نہیں ہو پاتا۔

● **اساتذہ کرام سے عرض کرنا ہے کہ** سب سے پہلے اپنے اس مبارک عمل کے لئے نیت کی درستگی اور جذبات کی صالحیت وسلامتی کی طرف توجہ دیں، آخر ہم نے اس لائن کو کیوں اختیار کیا ہے؟ کیا ہم پیسے نہیں کما سکتے تھے؟ کیا ہم دنیا کے مسابقات اور حرص کی دوڑ میں حصہ نہیں لے سکتے تھے؟ پھر کیوں اس جز معاشی اور تنگ دامنی کے میدان میں اُترے ہیں؟ بار بار غور کریں کہ ہم نے تعیّشاتِ دنیا کو اضطراراً نہیں اختیاراً خیر باد کہا اور تزخرفات سے بہ رضا ورغبت منہ موڑ کر کتاب وسنت کی خدمت اپنے لئے پسند کی ہے، جب ایسا ہے اور یقیناً ایسا ہی ہے تو پھر شکوہ شکایت سے زبان کو بند رکھنا اور اس راہ کی ہر مصیبت کو سینے سے لگا کر کام کرنا ضروری ہے ورنہ نیکی برباد گناہ لازم کے مصداق ہوں گے، ہمارا حال وہ ہونا چاہیئے جیسے کسی نے کہا ہے ؎

نہ شادی داد سامانے نہ غم آورد نقصانے
بہ پیش ہمتِ ما ہرچہ آمد بود مہمانے

مجھے خود بھی الحمدللہ اپنے بزرگوں کی تربیت وسخت نگرانی کی برکت سے اسی طرح ایک عرصے تک دین کی خدمت کرنے کی توفیق ملی ہے، اس لئے میری اس توجہ دہانی کو محض ہوائی باتیں سمجھ کر اساتذہ کرام نظر انداز نہ کردیں، چھوٹے منھ سے بڑی بات کہہ رہا ہوں، زندگی کی چھ دہائیوں میں بہت اُتار چڑھاؤ اور سرد گرم سے گذرا مگر من یتوکل علی اللہ سے فھو حسبہٗ کو کبھی جُدا نہ پایا و من اصدق من اللہ حدیثا۔

دوسری بات علم وعمل کو لازم وملزوم یقین کرنے کی ہے، دونوں ایک دوسرے کے محتاج ہیں کبھی مستغنی یا جدا نہیں ہوسکتے، علم بلا عمل حجّت ہے اور عمل بلا علم الحادو بے دینی کی بات ہے؛ اس لئے ہم کو چاہیئے کہ علم وعمل کے جوڑ پر کڑی نظر رکھے رہیں، اور اس میں کامیابی کے واسطے کسی مصلح کو مشیر دینی بنا کر مسلسل مربوط رہیں، اپنے شیخ کو دیانت کے ساتھ حالات کی اطلاع کرتے رہنا اور ہدایات کی اتباع کرتے رہنا یوں سمجھئے کہ دو پَر ہیں جن سے بندہ خدا تعالیٰ کی طرف تیزی سے پرواز کرتا ہے، سب اولیاء اللہ اسی راستے سے گذرے ہیں آپ بھی اسی راستے کو اختیار کرلیں۔ حکیم الامت تھانویؒ فرماتے ہیں: عادت اللہ یونہی جاری ہے کہ بغیر مُرشدِ کامل کے آدمی واصل باللہ نہیں ہوتا۔ (خلاصہ)

تیسری بات یہ ہے کہ طلبۂ کرام کے ساتھ خیر وبھلائی کا معاملہ رکھیں، ہر پہلو سے ان کے ساتھ نُصح و خیر خواہی کا معاملہ کرتے رہیں، تعلیماً وتربیتاً انہیں بہتر سے بہتر بنانے میں کوئی موقعہ فروگذاشت نہ کریں، یاد رکھیں کہ اُن سے خیر خواہی اپنی خیر خواہی ہے، کیوں کہ وہی ہمارا ثمرۂ عمل اور ثوابِ آخرت ہیں، جیسا مال

ہوگا ویسی قیمت لگے گی، اس سلسلے میں سوچا کریں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فاستو صوا بھم خیرا کہہ کر ہمیں ایک کام سپرد کیا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں کوتاہی اور وصیت کی خلاف ورزی کیسی بدنصیبی کی بات ہوگی۔

یہ تیسری بات ایسی ہے کہ اس میں اساتذہ کی ذمہ داری اور حسنِ کار سے متعلق گویا سب باتیں آگئی ہیں، بس آگہی و آزمائش شرط ہے۔

● **طلبۂ کرام سے یہ عرض ہے کہ** اگر آپ قرآن کریم پڑھ رہے ہیں تو دھیان رکھیں کہ:

۱ء صفاتِ مخارج وصحتِ اداء میں کمی نہ ہو، یعنی اُصولِ تجوید کی خلاف ورزی تلاوت میں نہ ہونے پائے، ساتھ ہی اس کا بھی دھیان رہے کہ مخارج اور قواعد میں مذموم حد تک غلو نہ ہو جائے کیوں کہ ہمارے مدارس میں ایسا ہی ہو رہا ہے۔

۲ء حفظ و پختگی اہم چیز ہے، آموختہ پختہ رکھنے کی فکر کریں اس کے لئے ضروری ہے کہ دور بکثرت ہو، حفظ و پختگی میں جہاں بھول سے بچنا شامل ہے وہیں متشابہات پر نظر اور لحنِ جلی سے احتراز بھی داخل ہے۔ اکثر لحنِ جلی فسادِ صلوٰۃ کا سبب ہو جاتی ہے، اس لئے اسے حرام قرار دیا گیا ہے، اس سے بچنے کی ایک آسان صورت ہم نے اپنے اساتذہ سے سیکھی تھی کہ نیا سبق اُستاذ کو سنا لیا جائے تا کہ نظراً جو چوک ہو سکتی ہے وہ نہ ہو اور حفظاً احتمالِ غلط نہ رہے۔

۳ء تحسینِ صوت باصوات العرب بھی تلاوت میں مطلوبِ شرعی ہے، اس لئے ہر طالب علم کو خود سے اس کی فکر ہونی چاہیئے؛ عرب قراء میں جو مُجوِّد دین ہیں اُن کی تلاوت بار بار سننا اور نقل کی کوشش کرنا مفیدِ مطلب ہے۔

اگر آپ عالم کورس کر رہے ہیں تو مندرجۂ ذیل امور کا خیال رکھئے:

۱ء یکسوئی کا اہتمام کریں، علم بہت غیور اور نازک حقیقت ہے اس کا حصول توجُّہِ تام کے بغیر ممکن نہیں ہوتا، آدمی کتنا بھی ذہین ہو یکسوئی کے بغیر علم میں کامیاب نہیں ہوتا، ذہانت معاون تو ہو سکتی ہے کافی نہیں ہے، اصل چیز اعتناء وتوجہ اور دلچسپی ہے، اس کے ساتھ محنت ہونی چاہیئے، ایسی ہی محنت پر فضل الٰہی متوجہ ہوتا ہے اور طالب علم کامیابی کی مبارک منزل سے ہم کنار ہوتا ہے؛ اس لئے گھریلو مسائل، آپسی تعلقات اور غیر تعلیمی اذواق سے اپنے کو بالکل علاحدہ کر لینا چاہیئے، یہ ایک مخلص و بامقصد طالب علم کا سب سے پہلا کام اور بنیادی اقدام ہے۔

۲ء سبق سے قبل مطالعہ غور سے کرنا، سبق دھیان سے سننا اور سمجھنا، پھر اگلے دن سے قبل اس سبق کا تکرار اور استحضار کرنا یہ تینوں کام استعداد کی پختگی اور علم میں ترقی کا گویا زینہ ہیں، ہر طالب علم کو ان تینوں باتوں پر

روزانہ عمل کرنا ہے، اگر ان باتوں کو طالب علم اپنا معمول نہیں بنائے گا تو کبھی باصلاحیت عالم نہیں بن سکتا۔

۳۔ کتابوں کا، درس گاہ کا، اور اپنے سب بڑوں کا احترام خواہ اساتذہ ہوں یا انتظامیہ ـــــ حتیٰ کہ جاروب کش بھی کیوں نہ ہوں ـــــ بہت ضروری ہے یہ لوگ سب اپنا کام کرتے رہتے ہیں تو ہم بروقت اپنا کام کر پاتے ہیں اس لئے یہ سب ہمارے محسنین ہیں، یہی سمجھ کر ان کی تحقیر سے بچنا چاہئے؛ بالخصوص اساتذہ کرام کی ادنیٰ دل آزاری بھی بڑی شقاوت کا سبب بن جاتی ہے۔

۴۔ علومِ آلیہ یعنی صرف ونحو، ادب وبلاغت، منطق وفلسفہ اور اُصولِ علم کو معمولی یا غیر ضروری نہ سمجھیں، یہ مقاصد تو نہیں مگر ذرائع ہیں، اس لئے ضروری ہیں، ضروری کا مقدمہ بھی ضروری ہوتا ہے، وضو اگرچہ مقصود نہیں مگر نماز کی صحت کا اس پر مدار ہے، اس لئے اس کی اتنی اہمیت ہوگئی کہ نماز کا پہلا باب طہارت ہی ہوتا ہے، اسی طرح ان علوم کو اچھی طرح سیکھے بغیر علومِ عالیہ یعنی کتاب وسنت کا علم حاصل نہیں ہو سکتا، کتاب وسنت کے نزول وصدور کے دور کی عربی کو اچھی طرح جاننا ہی کتاب وسنت کی صحیح فہم کا وسیلہ ہے، اس لئے ہمارے مدارس میں جدید عربی کو بھی کوئی خاص اہمیت نہیں دی جاتی، قدیم عربی پر محنت کرائی جاتی ہے، کیوں کہ وسائل عزائم کے تابع ہوتے ہیں۔

۵۔ علومِ عالیہ کی تحصیل میں خوب جی جان سے محنت کریں، اخلاص کا نور بھی ہو، تقویٰ کی طاقت بھی ہو، محنت کی لذت بھی ہو، پابندی کا اثر بھی ہو؛ اور علومِ عالیہ پانچ ہیں، اولاً واصلاً کتاب وسنت یا قرآن وحدیث، پھر ان سے مستنبط ہو کر کلام، فقہ اور تصوف اس طرح یہ کُل پانچ عِلم ہوئے: (۱) علم القرآن (۲) علم الحدیث (۳) علم کلام (۴) علمِ فقہ (۵) علمِ تصوف واحسان! ان پانچ علوم میں درک وکمال اور تعمّق وتوسُّع جس قدر حاصل ہو سکے پوری محنت وفکر سے حاصل کریں، ان علوم کا بالخصوص اُن کے اُصول کا حاصل کرنا اور مستحضر رکھنا اہل السنۃ والجماعۃ کی راہ پر قائم رہنے کے لئے ایک عالم کا سرمایۂ لازم ہے، اس کے بغیر گم راہی وانحراف سے بچنے کی کوئی ضمانت نہیں ہوتی۔

۶۔ علمِ دین کے صحیح طور پر حاصل کرنے کے لئے ذکر کردہ ان چند اُمور کے علاوہ تمام طالب علموں کے لئے ـــــ خواہ وہ کسی شعبے میں زیرِ تعلیم ہوں ـــــ جو سب سے زیادہ ضروری چیز ہے وہ اپنے اخلاق کی نگرانی ہے، علماء فرماتے ہیں: انبیاء علیہم السلام سے امتوں کو تین دولتیں ملتی ہیں، علم، عمل اور اخلاق! اس لئے ہر طالب علم کو جو کہ مستقبل کا عالم اور قوم کا ہادی ورہنما ہے اپنے اخلاق کی سلامتی ودرستگی کا بہت خیال رکھنا چاہیئے؛ جذبات پاکیزہ ہوں، گفتگو سُلجھی اور حسین تعبیرات میں ہو، صبر وحلم وافر ہو، ہر معاملے میں حسنِ معاشرت کے تقاضوں کو ملحوظ رکھا جائے، دوسروں کے اموال واشیاء پر قطعی نظر نہ ہو، اللہ پاک نے ہمارے لئے جو ظاہری حال مقدر کیا

ہے وہی پسند کرلیا جائے، دنیا کی راحت وسہولت اللہ تعالیٰ سے مانگیں ضرور مگر اس پر اصرار وانتظار نہ ہو، اللہ تعالیٰ کو ہر حال میں خوش رہ کر بتائیں، اسی سے لولگائے رکھیں، کسی سے بغض وکینہ نہ ہو، نہ ہی زیادہ تعلق ودوستی ہو کیوں کہ دونوں بہت مضر ہیں، بالخصوص امارد سے اختلاط وتعلقات زہر ہلاہل اور سمِ قاتل ہے، اس لئے ایسے طلبہ سے خواہ وہ ہم درس ہی کیوں نہ ہو قلباً وقالباً دوری اختیار کریں، نہ انہیں تکرار کرائیں اور نہ اُن کی تکرار میں شرکت کریں، نہ ہی ان سے قریب نماز پڑھیں، نہ درس گاہ میں نشست بنائیں، یہ ہزار بلاؤں کی ایک بلاء ہے۔

نفحۃ العرب میں ہے کہ ابلیس نے ایک بزرگ کے پوچھنے پر بتایا کہ اہل دین کو برباد کرنے کے لئے میرے پاس جو ایک مخصوص ہتھیار ہے وہ صحبۃ الاحداث ہے، اسی لئے اس معاملے میں حد درجہ احتیاط کریں؛ گھروں پر بھی خالہ زاد، پھوپی زاد، ماموں زاد، چچازاد، بہنوں اور بھائیوں نیز دیگر نامحرم خواتین سے حتی المقدور دور رہیں؛ موبائل اولاً تو استعمال ہی نہ کریں ضروری ہو تو محض فون کا کام دینے والا استعمال کریں، کیوں کہ یہ اس زمانے کا لاعلاج فتنہ بن گیا ہے۔

۷ مدرسے کی املاک اوقاف ہیں اُن کی ہر طرح حفاظت کریں، کوئی نقصان نہ پہونچائیں؛ اگر اللہ تعالیٰ کی توفیق سے صاحبِ استطاعت ہوں تو والدین کو صحیح حکم بتلا کر اپنے اخراجات پر تعلیم حاصل کریں، مدرسوں میں عموماً وظائف صدقاتِ واجبہ سے دئے جاتے ہیں، اگر کوئی اس کا مستحق نہیں ہے تو وہ علم وعمل کی برکات سے محروم ہو جاتا ہے، اس لئے اپنے فضول اخراجات کم کریں اور یہ رقم بچا کر مدرسے میں جمع کریں، وغیر ذالک من الدیانات ہر کام میں ملحوظ رکھیں۔

اللہ پاک سے دعا ہے کہ وہ اپنے کرم سے مدارس کی ان عظیم امانتوں سے وابستہ ہر ذمہ دار کو اپنے اپنے حقوق دیانت کے ساتھ ادا کرنے اور فرائض سے ذمہ داری کے ساتھ سبکدوش ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

إِنْ أُرِيْدُ إِلَّا الْإِصْلَاحَ مَا اسْتَطَعْتُ وَمَا تَوْفِيْقِيْ إِلَّا بِاللّٰهِ

گوشۂ خواتین

اسلام کی باکمال خواتین

مفتی رفیع الدین حنیف قاسمی*

ام درداء رحمۃ اللہ علیہا

یہ سیدہ، عالمہ، فقیہیہ، ہجمیہ ہیں، ایک قول یہ بھی ہے کہ جہیمیہ، حمیر یہ، دمشقیہ ہیں، یہ ام درداءؒ صغریٰ کے نام سے معروف ہیں، انہوں نے حضرت ابودرداءؓ سے بچپن میں قرآن کریم کا علم حاصل کیا، جب یہ بڑی ہوئیں تو علم، عمل اور زہد وتقویٰ میں مشہور ہوئیں۔

ابومسہر غسانی کہتے ہیں، ام درداءؓ کبریٰ کا نام ''خیرہ بنت ابی حدرد'' ہے جو صحابیہ ہیں۔

ابن جابر اور عثمان بن ابی العاتکہ کہتے ہیں: ام درداءؒ حضرت ابودرداءؓ کے یہاں یتیمی کی حالت میں پرورش پائیں، ان کے ساتھ آتی جاتیں، (کمسنی کی وجہ سے) مردوں کی صفوں میں نماز پڑھتیں، تعلیم قرآن کے حلقوں میں قراء کے ساتھ بیٹھتیں، ایک دفعہ ان سے حضرت ابودرداءؓ نے کہا: اب تم عورتوں کی صف میں چلی جاؤ۔

عورت جنت میں اپنے آخری شوہر کے ساتھ ہوگی۔

جبیر بن نفیر سے منقول ہے وہ حضرت ام درداءؒ سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے موت کے وقت ابودرداءؓ سے کہا: آپ نے دنیا میں میرے والدین کو پیغام نکاح دیا تو انہوں نے میرا نکاح آپ سے کردیا، میں روز قیامت آپ کو پیغام نکاح دوں گی تو ابودرداءؓ نے کہا: میرے بعد تم کسی سے نکاح نہ کرنا، ان کو حضرت معاویہؓ نے پیغام نکاح دیا تو انہوں نے یہ سارا واقعہ کہہ سنایا تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تب تو تمہیں روزے رکھنا چاہئے۔

عون بن عبداللہؒ کہتے ہیں: ہم ام درداءؒ کے یہاں آتے اور ان کے یہاں اللہ کا ذکر کرتے۔

یونس بن میسرہؒ کہتے ہیں: عورتیں حضرت ام درداءؒ کے ساتھ عبادت میں مصروف ہوتیں، جب یہ کھڑے

---

* رفیق تصنیف دارالدعوۃ والارشاد، یوسف گوڑہ، حیدرآباد

ہونے پر قادر نہ ہو پاتیں تو رسیوں کو پکڑ لیتیں۔

حضرت ام درداءؒ کی مالداروں کو نصیحتیں:

عثمان بن حیانؒ کہتے ہیں: میں نے حضرت ام درداءؒ کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے: تم میں سے کوئی شخص یوں کہتا ہے: ''اللھم ارزقنی'' (اے اللہ! مجھے رزق عنایت فرما) حالاں کہ اللہ عز وجل کو علم ہے کہ آسمان سے سونا اور درہم نہیں برستے، بلکہ اللہ عز وجل ایک کو دوسرے سے رزق فراہم کرتے ہیں، جس کسی کو کچھ اللہ عز وجل عطا فرمائے تو اسے لے لے، اگر مالدار ہے تو اس کو ضرورت مندوں پر خرچ کرے، اگر محتاج غریب ہے تو اس سے اپنی ضرورت پوری کرے۔

اسماعیل بن عبید اللہؒ کہتے ہیں: عبد الملک بن مروان قبہ بیت المقدس کے پاس بیٹھے ہوئے تھے، ان کے ساتھ حضرت ام درداءؒ بھی تھیں، جب مغرب کی اذان ہوئی تو عبد الملک کھڑے ہوئے، حضرت ام درداءؒ عبد الملک کا سہارا لے کر کھڑی ہوئیں اور انہوں نے ان کو مسجد میں پہنچایا، یہ عورتوں کے ساتھ بیٹھ گئیں، عبد الملک مصلے پر جا کر لوگوں کو نماز پڑھانے لگے۔

یحییٰ بن یحییٰ غسانی کہتے ہیں: عبد الملک بن مروان ام درداءؒ کے یہاں دمشق کی مسجد کے آخری حصہ میں بکثرت بیٹھا کرتے تھے۔

☆ عائشہ بنت طلحہ رحمہا اللہ تعالیٰ:

یہ عائشہ بنت طلحہ ابن عبید اللہ تیمیہ ہیں، جو ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی بھانجی ہیں، ان کا نکاح اپنے خالہ زاد بھائی عبد اللہ بن عبد الرحمٰن بن ابو بکر صدیقؓ سے ہوا تھا، پھر بعد میں امیر عراق مصعب بن زبیر سے، ان کو مصعب نے ایک ہزار دینار مہر میں دیئے تھے، نہایت خوبرو اور نہایت قد آور عورت تھی، جب مصعب بن زبیر قتل کر دیئے گئے تو ان کا نکاح عمر بن عبید اللہ تیمی سے ہوا، انہوں نے دس لاکھ درہم ان کے مہر میں دیئے

یہ ہشام بن عبد الملک کے یہاں آئی، تو انہوں نے کا اکرام واحترام کیا، اور ان کو بہت عطایا سے نوازا۔

ابراہیم رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ عائشہ بنت طلحہ نے کہا تھا کہ اگر وہ مصعب بن زبیر سے نکاح کریں گی تو وہ ان پر ان کی ماں کی پیٹھ کی طرح ہیں، پھر انہوں نے ان سے نکاح کیا، ان سے اس سلسلے میں دریافت کیا گیا تو انہوں نے ظہار کا کفارہ ادا کرنے کے لئے کہا، انہوں نے ایک غلام جس کی قیمت دو ہزار درہم تھی آزاد کیا۔

یہ ایک سو دس سال تک مدینہ منورہ میں بقید حیات رہیں، پھر جنت البقیع میں مدفون ہوئیں۔

اصلاحی مضامین

حجاج کرام کی خدمت میں!

از: مولانا خواجہ نصیرالدین قاسمی*

حجاج کرام کے مبارک قافلوں کی روانگی کا آغاز ہو چکا ہے ــــ اللہ تعالیٰ ان کے سفری مشکلات کو آسان فرمائے، اور حجِ مبرور سے مشرف فرمائے۔ آمین ــــ اسی مناسبت سے حجاج کرام کی خدمت میں چند معروضات پیش کی جارہی ہیں۔

فریضۂ حج اسلام کا پانچواں اور تکمیلی رکن ہے۔ حج ایک طرف بندہ کے لئے حق تعالیٰ کے سامنے نہایت ذلت و مسکنت، عجز و انکسار کا مظہر بن جانے والی عظیم ترین عبادت ہے، تو دوسری طرف محبوبِ حقیقی ربِ ذوالجلال کی محبت و وارفتگی میں اپنی سب تمناؤں، خواہشات اور تمام تر تعلقاتِ خلق کو چھوڑ کر اس کے گھر دیوانگی کے عالم میں حاضری کا نام ہے۔ کسی بھی حاجی کو حج سے قبل کئی دفعہ ماہِ رمضان میں کچھ نہ کچھ محبانہ و عاشقانہ ادائیں دکھانے کا موقع مُیسر آتا ہے کہ بندہ مولیٰ کی محبت میں صبح تا شام اپنی جائز خواہشات اور خورد و نوش کی طبعی ضروریات سے رُکا رہا، اور عشرۂ اخیرہ میں بارگاہِ اُحدیت میں محبوب کی یاد میں معتکف ہو کر پڑا رہا، پھر محبت کی کچھ اور منزلیں طے کیں اور شمعِ محبت کو فروزاں کیا تو اس کے وصال اور مزید قرب کے لیے بے چین و مضطرب ہونے لگا، بار بار محبوبِ حقیقی، اور اس کے محبین (یعنی سیدنا ابراہیمؑ و اسماعیلؑ اور سیدنا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی محبوبانہ و عاشقانہ ادائیں یاد آنے لگیں، اس کا دل بھی بیت اللہ شریف، اور مقاماتِ مقدسہ اور اپنے محسنِ اعظم سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت و ملاقات کے لئے مچلنے لگا تو مولائے کریم نے اسے شرفِ باریابی کی توفیق بخشی اور اپنے گھر حاضری کا موقع دینے کا ارادہ فرمالیا۔ اللہ پاک یہ عظیم موقع ہر مومن و مومنہ کو نصیب فرمائے۔

اس توفیقِ الٰہی کی صحیح قدردانی ہوگی اگر فریضۂ حج کو اپنے تمام احکام و آداب کی رعایت، اور حرمین شریفین کے تقدس کا لحاظ کرتے ہوئے ادا کیا جائے، اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نظر میں حاجی کا مقام و مرتبہ بہت اونچا ہے، احادیثِ مبارکہ میں اس کے لئے گناہوں سے پاک ہوجانے، مستجاب الدعوات ہونے، اور فقر و احتیاج سے محفوظ ہوجانے اور حجِ مبرور پر جنت ملنے کی خوش خبریاں آئی ہیں؛ لیکن حجاج کرام کو یہ سعادتیں

---

* استاذ شعبہ عالمیت ادارۂ ہٰذا

وبشارتیں اسی وقت حاصل ہوسکتی ہیں جبکہ قرآن کریم کی ہدایت فَمَنۡ فَرَضَ فِيۡهِنَّ الۡحَجَّ فَلَا رَفَثَ وَلَا فُسُوۡقَ وَلَا جِدَالَ فِى الۡحَجِّ کو سامنے رکھ کرتمام گناہ ومعاصی، شہوت انگیز گفتگو اور لڑائی جھگڑوں سے باز رہنے کی مکمل کوشش کریں، یعنی حاجی کا حج گالی گلوچ ،لڑائی جھگڑے، مار پیٹ، سخت کلامی وفحش گوئی ، بے صبری وتحقیر آمیز لب ولہجے اور ریا ونمود جیسی معصیتوں سے پاک وصاف ہو، صرف اللہ کی رضا اور خوشنودی مقصود ہو ،عجز ونیازمندی کا اظہار ہو، اسلئے حجاج کرام کو چاہئیے کہ تربیتی کیمپوں، حج وعمرہ کی کتابوں اور دیگر مستند ذرائع سے جو کچھ احکام ومسائل اور آدابِ حضوری سیکھنے، پڑھنے، اور سننے کو ملے ہیں ان سب کو اس عظیم عبادت کی ادائیگی کے وقت ملحوظ رکھنے کی سعی کریں۔

حرمین کی تقدیس وتکریم

حرمین شریفین ہمارے دلوں کا قبلہ وکعبہ ہے، ان کی عظمتوں سے ہمارے قلوب ہمیشہ معمور ہیں، اور رہنا چاہیئے، وہاں کی ایک ایک چیز قابلِ احترام ہے، ان کی تقدیس وتکریم میں امت کی بہتری وخیریت ہے، چنانچہ حرمِ محترم کے بارے میں ارشاد نبوی ہے: میری امت جب تک اس حرمِ مقدس کا احترام کرتی رہے گی اور اس کی حرمت وتعظیم کا حق ادا کرتی رہے گی خیریت سے رہے گی اور جب اس میں یہ بات باقاعدہ نہ رہے گی (یعنی حرمت وتقدس کا پاس ولحاظ ختم ہوجائیگا) برباد ہوجائے گی۔ (ابن ماجہ)

معلوم ہوا کہ عازمین حج پر مسجد حرام اور مکہ معظّمہ کی تعظیم وتکریم لازم ہے اور آداب کی رعایت میں کمی وکوتاہی موجب خسران وہلاکت ہے۔ (اس حدیث کی بنا پر علماء نے سارے عالم میں امت مسلمہ کی بربادی وتباہی، ذلت ورسوائی کے اسباب سے میں ایک اہم سبب حرمین کی بے ادبیوں کو بھی قرار دیا ہے) جس طرح کعبہ اور شہر مکہ کا احترام ضروری ہے، اسی طرح مدینہ طیبہ بھی محترم ہے؛ اس کی حرمت کا اعلان کرتے ہوئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ”حضرت ابرہیمؑ نے کعبہ کے ”حرم“ ہونے کا اعلان کیا تھا (اور اس کے خاص آداب واحکام بتائے تھے) اور میں مدینہ کے ”حرم“ قرار دیئے جانے کا اعلان کرتا ہوں، اس کے دونوں طرف کا رقبہ واجب الاحترام ہے، اس میں خون ریزی نہ کی جائے ،کسی کے خلاف ہتھیار نہ اٹھایا جائے ،جانور کے چارے کے راستے بھی نہ جھاڑیں جائیں۔ (صحیح مسلم)

ان کے علاوہ اور بھی روایات ہیں جو حرمین شریفین کے مقام ومرتبہ اور تقدس واحترام کے سلسلہ میں وارد ہوئی ہیں، معزز عازمین حج! سفر حج سے قبل ان احادیثِ مبارکہ کو ضرور پڑھیں اور وہاں پہونچ کر ان مقامات پر ادب واحترام کا خاص خیال رکھیں۔

یقیناً یہ ایک خوش آئند و لائق تحسین امر ہے کہ دنیا بھر سے کثیر تعداد میں مسلمان حج کے لیے روانہ ہو رہے ہیں لیکن نہایت افسوس ناک پہلو یہ بھی ہے کہ حجاج کرام کی روداد ِسفر اور اعمال واشغال سن کر یہ ڈر لگتا ہے کہ کہیں وہ حجِ مبرور کی سعادت سے محروم تو نہیں ہو گئے؟ کہیں فریضۂ حج کی ادائیگی میں قرآنی احکامات و نبوی ہدایات کی خلاف ورزی تو نہیں ہو گئی؟ کہیں ریا و نمود سے فریضۂ حج بے وقعت تو نہیں ہو گیا، اور دورانِ حج کم علمی یا غفلت میں ایسی غلطیاں سرزد تو نہیں ہو گئیں جو فریضۂ حج کی تکمیل و قبول میں حائل ہو گئی ہوں اور ''حج مبرور'' حجاج کا نصیبہ نہ بن سکا ہو۔

حج کو نقصان پہونچانے والی بعض کوتاہیاں

اگر جائزہ لیں تو آج کل حجاج کرام کا حج ریا و نمود سے داغ دار ہو رہا ہے؛ کیونکہ سفر حج سے قبل اس کا خوب چرچا، لوگوں سے بار بار تذکرہ، فضولیات و منکرات سے بھری تقاریب کا انعقاد، بنام صفائی معاملات لیکن بہ جذبۂ شہرت اعزہ واقارب سے ملاقاتیں، بعض امراء و رؤساء کا اخبارات اور اب سوشل میڈیا پر اپنے سفر حج کی خبروں کو شائع و عام کروانا۔ کیا اس طرح کی حرکتیں ریا کاری و ناموری کے مخفی جذبے کا اظہار نہیں ہے؟ کہ لوگ حاجی صاحب حاجی صاحب کے لقب سے بلائیں گے، اس مذموم جذبہ سے ایک نقصان تو یہ ہوگا کہ ہمارا حج عنداللہ غبار کی طرح بے حیثیت و بے وزن ہو جائے گا، دوسرے حج کے مبارک اثرات و برکات سے ہماری زندگیاں خالی رہ جائیں گی۔

ذرا غور کیجئے! کیا حج بھی نماز، روزہ، زکوۃ، انفاق فی سبیل اللہ، تلاوت، ذکر اور دیگر اعمالِ صالحہ وعبادات کی طرح ایک عبادت نہیں ہے؟ کیا ہمارا طرزِ عمل دیگر عبادات کے ساتھ بھی یہی ہے جیسا کہ ہم حج کے ساتھ کر رہے ہیں؟ اگر نہیں! بالیقین نہیں، تو پھر حج کو بھی عام عبادات کی طرح بغیر کسی دکھاوے کے ادا کرنا چاہیئے۔

ایسے ہی زمانۂ حج میں مکہ معظّمہ اور مدینہ منورہ کے قیام کے دوران ہمارا رہن سہن، ہماری عادات و معمولات ایسے ہی ہوتے ہیں جیسے اپنے مقامات پر کہ وہاں پہنچ کر بھی خورد نوش، سیر و تفریح، میل و ملاقاتیں، خرید وفروخت، تعمیراتِ حرم پر تبصرے و تذکرے، طرب و مزاح کی محفلیں، بے پردگی و بد نگاہی، موبائل کی لغویات، تصویر کشی و فلم بندی، سیلفی کے نام پر حرمتِ حرمین کی پامالی، ایک دوسرے کی چغلیاں وغیبتیں، نیز ادائیگیٔ دوگانۂ حجر اسود، رمی جمرات، سعیٔ صفا و مروہ، مزدلفہ کو روانگی، دورانِ طواف اور دیگر ارکان کی ادائیگی کے موقعوں پر بے صبری اور لڑائی جھگڑے کا مظاہرہ، ذرا ذرا سی مشکلات پر شور وغل و بد خلقی وغیرہ جیسی مذموم حرکتیں ہوتی رہتی ہیں، جس سے فریضۂ حج مقبول کے بجائے مکروہ و مردود ہو جاتا ہے اور نہ جانے کتنی ایسی خطائیں سرزد

ہوجاتی ہیں جن کی وجہ سے ہم پر جنایات واجب ہوجاتی ہیں اور ہم بے خبر اس خوش فہمی میں رہتے ہیں کہ حج مکمل ہوگیا۔ شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریا کاندھلوی رحمہ اللہ نے فضائل حج میں بہت تفصیل سے آداب حج وزیارت اور فضائل حرمین شریفین بیان کئے ہیں، اگر کسی کو موقع ہو تو ضرور پڑھے، ذیل میں صرف اجمالی طور پر چند آداب ذکر کئے جارہے ہیں تاکہ بہ آسانی اُنھیں یاد رکھ کر دورانِ حج لحاظ رکھا جاسکے۔

آدابِ حج

۱) جب حج فرض ہوجائے یا نفل حج کے اسباب پیدا ہوجائیں تو پھر ارادہ کی تکمیل میں عجلت کرنا چاہیئے بالخصوص حجِ فرض کو معمولی اعذار کی وجہ سے ہرگز موخر نہ کرے۔ ۲) حج کے مسائل معلوم کرنے کی سعی کرے۔ ۳) سفر حج کرے تو نیت خالص اللہ کی رضا کی ہو، لوگوں کا دکھلاوا یا حاجی کہلانے کا شوق یا سیر تفریح وغیرہ فاسد ارادے ہرگز نہ ہوں ۴) ایک یا اس سے زیادہ رفیق سفر ایسے لوگ تلاش کئے جائیں جو دیندار صالح، نیک ہوں ۵) حج کے لئے حلال مال مہیا کرے۔ ۶) اپنے سب پچھلے گناہوں سے توبہ کرے، کسی کا مال ظلم سے لے رکھا ہو تو واپس کرے، کسی پر ظلم کیا ہو تو معاف کرائے، جن لوگوں سے اکثر سابقہ پڑتا رہتا ہو ان سے کہا سُنا معاف کرالے، اگر کچھ قرضہ اپنے ذمہ ہو تو اس کو ادا کرے، جو امانتیں لوگوں کی اپنے پاس ہوں ان کو واپس کرے یا کوئی مناسب انتظام امانت رکھنے والوں کی رضا سے کردے، جن لوگوں کا خرچ اپنے ذمہ ہے جیسے بیوی، چھوٹی اولاد وغیرہ ان کے خرچ کا بندوبست اپنی واپسی کے زمانہ تک کردے۔ ۷) حلال وطیب مال سے اتنا خرچہ اپنے ساتھ لے جو بغیر تنگی کے پورے سفر کی آمدورفت کو کافی ہوجائے بلکہ احتیاطاً کچھ زائد لے تاکہ راستہ میں غرباء کی کچھ اعانت کرسکے۔ ۸) جب سفر شروع کرے تو دو رکعت نفل پڑھے۔ ۹) چلنے سے پہلے اور دورانِ سفر کچھ صدقہ کرے اور اپنی وسعت کے موافق صدقہ کرتا رہے۔ ۱۰) جب گھر سے نکلنے لگے تو اس وقت کی مخصوص دعائیں جو احادیث میں کثرت سے آئی ہیں پڑھ کر نکلے۔ ۱۱) سواری میں جتنا سامان لے جانے کی اجازت ہو اس سے زیادہ رکھنا جائز نہیں، جتنی مقدار کرایہ میں طے ہوچکی ہے اتنی ہی رکھنا جائز ہے، چُرا چھپا کر استحقاق سے زیادہ سامان بلا محصول ادا کئے رکھنا جائز نہیں۔ ۱۲) سارے سفر میں خوش عیشی اور زیب وزینت کے اسباب سے بچے کہ یہ سفر عاشقانہ ہے۔ ۱۳) سفر میں جو مشقتیں اور تکلیفیں پیش آئیں ان کو نہایت خندہ پیشانی اور بشاشت سے برداشت کرے، ہرگز ان پر ناشکری اور بے صبری کا مظاہرہ نہ کرے۔ ۱۴) معاصی سے بچنے کی بہت اہتمام سے کوشش کرے۔ ۱۵) اپنی ہر عبادت میں اللہ کے لطف وکرم سے قبول کی اُمید واثق رکھے کہ وہ بڑا کریم ہے، اس کے کرم کا ہر شخص کو امیدوار رہنا چاہیئے۔

آدابِ زیارت

۱) جب زیارت کا ارادہ کرے تو سب سے پہلے نیت کو حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر مبارک کی زیارت کے لئے خاص کرے۔ ۲) اپنی نیت کو اللہ کی رضا کے واسطے خاص کرے۔ ۳) اس سفر میں درود شریف کی خصوصیت سے کثرت رکھے اور نہایت توجہ سے پڑھے۔ ۴) اپنے اندر زیارت کا ذوق وشوق پیدا کرے اور جیسے جیسے قریب ہوتا جائے شوق واشتیاق میں اضافہ کرے۔ ۵) راستے میں جو مسجدیں یا مواقع ایسے آئیں جن میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا قیام یا نماز پڑھنا معلوم ہوان کی زیارت کرتا جائے اور وہاں نوافل پڑھے یا ذکر وتلاوت وغیرہ کرے۔ ٦) جب فصیل مدینہ آجائے تو درودشریف کے بعد یہ دعا پڑھے: اَللّٰھُمَّ ھٰذا حَرَمُ نَبِیِّکَ فَاجْعَلْہُ لِیْ وِقَایَۃً مِّنَ النَّارِ وَاَمَانًا مِّنَ الْعَذَابِ وَسُوْءِ الحِسَابِ اے اللہ! یہ تیرے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حرم آ گیا، اس کو تو میرے لئے آگ سے بچنے کا ذریعہ بنا دے اور عذاب سے بچنے کا ذریعہ بنا دے اور حساب کی برائی سے بچنے کا سبب بنا دے۔ اس کے بعد اس پاک شہر کی خیر وبرکت حاصل ہونے کی دعا کرے۔ ۷) بہتر ہے کہ شہر میں داخل ہونے سے پہلے غسل کرے یا شہر میں جانے کے بعد مسجد نبوی میں داخل ہونے سے پہلے غسل کرلے، اگر غسل نہ ہو سکے تو وضو کم از کم ضرور کرلے۔ ۸) جب گنبدِ خضراء پر نظر پڑے تو عظمت وہیبت اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی علوِ شان کو دھیان میں لائے اور یہ سوچے کے اس پاک گنبد میں وہ ذاتِ اقدس آرام فرما ہے جو ساری مخلوقات سے افضل ہے، انبیاء کی سردار ہے، فرشتوں سے افضل ہے، قبر شریف کی جگہ ساری جگہوں سے افضل ہے جو حصہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بدن مبارک سے ملا ہوا ہے وہ کعبہ سے افضل ہے عرش سے افضل ہے، کرسی سے افضل ہے حتیٰ کہ آسمان وزمین کی ہر جگہ سے افضل ہے۔ ۹) شہر میں داخل ہونے کے بعد سب سے پہلے مسجد نبوی میں حاضر ہو، اگر مستورات کی یا سامان وغیرہ کی مجبوری ہو تو اَور بات ہے ۱۰) جب مواجہ شریف پر حاضر ہو تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر سلام پڑھے۔ ۱۱) یہ نہایت اہم اور ضروری بات ہے کہ سلام پڑھتے وقت شور وشغب ہرگز نہ کرے، نہ زور سے چلّائے۔ ۱۲) سلام کے بعد اللہ جل شانہ سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وسیلہ سے دعا کرے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے شفاعت کی درخواست کرے۔ اس کے بعد اگر کسی اور شخص نے اپنی طرف سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں سلام عرض کرنے کی فرمائش کی ہو تو اس کی طرف سے بھی اس طرح سلام عرض کرے، ''آپ پر سلام اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فلاں کی طرف سے جو فلاں کا بیٹا ہے اور وہ آپ سے اللہ کی پاک بارگاہ میں سفارش چاہتا ہے۔'' ۱۳) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر سلام پڑھنے کے بعد تقریباً ایک ہاتھ دائیں طرف ہٹ کر حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ پر سلام پڑھے۔ ان سے فراغت کے بعد ایک ہاتھ اَور دائیں

جانب ہٹ کر حضرت فاروقِ اعظمؓ پر سلام پڑھے۔ ۱۴) اس کے بعد اولاً استوانہ ابولبابہ کے پاس، پھر استوانہ حنانہ اور بقیہ ستونوں کے پاس دو رکعت نفل اور دعا کا اہتمام کرے۔ ۱۵) مدینہ پاک کے قیام میں قبر شریف پر کثرت سے حاضری کا اہتمام رکھے، مسجد نبوی میں اکثر وقت گذارے، قرآن پاک کی تلاوت، ذکر واذکار، صلوٰۃ وسلام اور صدقات کی کثرت کرے۔ وغیرہ (ماخوذ وملخص: از فضائل حج مصنفہ شیخ الحدیثؒ)

اللہ پاک تمام حجاج کو حج مبرور نصیب فرمائے، اور اس عاجز کو حج وعمرہ کی سعادت سے مشرف فرمائے۔

اصلاحی مضامین

نئے تعلیمی سال کا آغاز

اور طالبان علوم نبوت سے چند باتیں

از قلم: محمد زبیر الندوی*

رمضان المبارک کی گہما گہمی ختم ہوتے ہی طلبہ کرام میں اپنے تعلیمی سلسلے کے تعلق سے ایک جوش اور ولولہ پیدا ہوجاتا ہے، اور یہی کچھ کیفیت اس وقت طلباء میں پائی جارہی ہے، نئے جذبات واحساسات اور نئی امنگوں اور تمناؤں کے ساتھ جوق درجوق طلبہ کی جماعت مدارس کا رخ کررہی ہے، اس موقع سے چند باتیں لکھی جاتی ہیں؛ امید کہ انہیں دامن دل سے باندھا جائے گا اور ان سے مکمل استفادہ کیا جائے گا۔

● **پہلی بات یہ ہے کہ طلبہ** اپنا ایک علمی گائڈ بنائیں، اس کا مطلب یہ ہے کہ طالب علم کو چاہئے کہ کوئی ایسا شخص تلاش کرے جو مختلف علوم وفنون کا ماہر اور خصوصا علوم دینیہ کا شناور ہو، جس کے اندر خود پاکیزہ ذوق مطالعہ اور علم کی پیاس موجود ہو اور جس سے قوی امید ہو کہ وہ ہر اعتبار سے علمی، فکری اور مطالعاتی رہنمائی کرسکتا ہو؛ اگر ایسا شخص دستیاب ہوجائے تو اس کی رہنمائی میں اپنا علمی سفر شروع کریں، خصوصا کتابوں کے مطالعہ کے انتخاب میں قدم قدم پر اس سے ہمیشہ رہنمائی لیتے رہیں؛ کیونکہ یہ راہ نہایت پر پیچ ہے، اپنے ذوق وفکر سے مطالعہ بسا اوقات آدمی کو صحیح منزل تک پہونچنے نہیں دیتا۔

● **دوسری بات یہ ہے کہ** اپنا ایک آئیڈیل اور نمونہ بنائیں کہ آپ کیا بننا چاہتے ہیں اور کس کی طرح بننا چاہتے ہیں؛ مثلاً آپ کا ذوق حدیثی ہے تو آپ کس محدث کی زندگی اور اس کے علمِ حدیث سے متاثر ہیں، ایسے شخص کی زندگی کا نہایت گہرائی سے مطالعہ کیجئے اور اس کی زندگی میں کیا چیزیں موثر ثابت ہوئی ہیں اور اس نے یہ مقام ومرتبہ کیوں کر حاصل کیا اس کا سراغ لگائیے، اور اپنی زندگی، عادات واطوار، علمی مشغولیت اور فکری نقطہ نظر کو اس کی زندگی کے حوالے کردیجئے۔

● **تیسری بات یہ کہ** اپنے اوقات کو منظم کیجئے، ہر وقت کے لئے ایک کام اور ہر کام کے لئے ایک وقت متعین کیجئے اور کوشش یہی ہو کہ ہر لمحہ اسی اسکیم کے مطابق وقت گزرے کہ:

---

* جامعہ اسلامیہ اشرف العلوم نالاسوپارہ ممبئی

قیمت دمِ حیات سے تو دام دام لے
بارش ہو یا خزاں ہو تو سب سے کام لے

● **چوتھی بات یہ ہے کہ** اپنی درسی کتب بینی کے علاوہ خارجی کتب کا کچھ نہ کچھ حصہ ضرور پڑھئے اور یہ طے کر لیجئے کہ پندرہ منٹ نیند میں تو تخفیف کی گنجائش ہو مگر مطالعہ مکمل ہونا چاہئے، اسی طرح حالات حاضرہ اور موجودہ سیاسی وسماجی حالات کو سمجھنے کے لئے بعض اخبارات اور معتبر رسائل وجرائد پر بھی نظر ڈالتے رہئے کہ یہ بھی علم کا ایک حصہ ہے، اور بقول امام محمد بن حسن الشیبانی رحمہ اللہ "من لم یعرف أحوال زمانہ فھو جاھل" یعنی جو شخص اپنے زمانے کے حالات سے ناواقف ہو وہ علم کے ایک حصے سے محروم ہے، اس لئے اس کا علم بھی ضروری ہے تاکہ آئندہ علمی وعملی اور فکری ونظری زندگی میں تاریخ کا ایک حصہ آپ کی نظروں میں رہے۔

● **پانچویں بات یہ کہ** اپنے تمام اساتذہ، محبین، مخلصین، ادارے کے کارکنان، کتابیں، کاپیاں اور تمام وسائل علم کا حد درجہ ادب واحترام کیجئے کہ

با ادب با نصیب، بے ادب بے نصیب

● **چھٹی بات یہ کہ** ہمیشہ اپنے اندر علم کی پیاس کو بڑھانے اور اس کو سیرابی سے بجھانے کی فکر میں لگے رہیں اور بقول علامہ سید سلیمان ندوی رحمہ اللہ صحیح طالب علم کی علامت یہ ہے؛" کہ ہمیشہ اس کے ذہن میں کوئی نہ کوئی سوال ہو اور وہ اس کے حل کے لئے سرگرداں ہو" اس پیاس کو بڑھانے کے لئے اکابر اہل علم کی صحبت اور اصحاب علم ودانش کی زندگی کا مطالعہ کیمیا سا اثر رکھتا ہے۔

● **ساتویں بات یہ کہ** شروع سال میں اپنے کو یکسو کرنے اور اپنے علمی مقام ومنصب کو سمجھنے کے لئے "پا جا سراغ زندگی" (از علی میاں ندوی) اور وقت کی اہمیت کو سمجھنے کے لئے معروف صاحب قلم ابن الحسن عباسی کی شہرہ آفاق کتاب" متاعِ وقت اور کاروان علم" کا مطالعہ بے حد مفید ثابت ہوگا، اسی طرح آپ اپنی طالب علمانہ زندگی میں کیا پڑھیں اور کتابوں سے کیسے فائدہ اٹھائیں اس کے لئے مفکر اسلام مولانا ابوالحسن علی ندوی رحمہ اللہ کی تحریر" میری علمی ومطالعاتی زندگی" کا پڑھنا نہایت مفید ہوگا، نیز علم دین کے تئیں اسلاف کی محنت اور جدوجہد اور ان کی قربانیوں کو جاننے کے لیے شیخ عبدالفتاح ابوغدہ کی کتاب "قیمة الزمن عند العلماء" اور "صفحات من صبر العلماء" اور اردو زبان میں مولانا حبیب الرحمن خاں شیروانی کی کتاب" علمائے سلف یا نابینا علماء" کا مطالعہ اکسیر ثابت ہوسکتا ہے۔

● **آٹھویں بات یہ کہ** علم کی طلب میں حیا اور بڑائی ہرگز نہ ہو، طالب علم ہمیشہ اپنے کو محتاج سمجھے، اگر کوئی

علمی بات کسی بڑے طالب علم کو معلوم ہو تو چھوٹا اس سے دریافت کرے اور چھوٹے کو معلوم ہو تو بڑا اس سے معلوم کرنے میں ہرگز شرم و عار محسوس نہ کرے، محدثین کی زندگی میں اسکی ہزاروں مثالیں مل سکتی ہیں؛ بلکہ جن لوگوں نے علم حدیث کا مطالعہ کیا ہوگا انہوں نے "روایۃ الأکابر عن الاصاغر" اور "روایۃ الاصاغر عن الاکابر" کے الفاظ ضرور دیکھے اور سنے ہوں گے۔

● **نویں بات یہ کہ** موجودہ دنیا میں لسانی تغیرات کے پیش نظر انگریزی زبان و ادب کی جو اہمیت فزوں سے فزوں تر ہوتی جا رہی ہے کسی سے مخفی نہیں؛ اس لئے عربی اور اردو زبان میں تقریری و تحریری صلاحیت پیدا کرنے کے ساتھ انگریزی زبان میں بھی مہارت حاصل کرنا ناگزیر ہے؛ تاکہ آپ عربی اور اردو زبان کے ذریعے اپنے پاس علمی سرمایہ کاری کر سکیں اور انگریزی زبان و ادب کے ذریعے موثر انداز میں اپنی بات پوری دنیا تک پہونچا سکیں۔

● **دسویں بات یہ ہے کہ** اپنے علم کو دل و دماغ ہی تک محدود نہ رکھیں؛ بلکہ اسے اپنی عملی زندگی میں اتارتے چلے جائیں؛ کہ علم کا مقصود اور اس کی اصلی زینت یہی ہے اور علم میں ترقی کے اہم ترین اسباب میں سے ایک بنیادی سبب ہے، اس سے علم محفوظ بھی ہوتا ہے اور پختہ بھی، اس سے ذہنی و فکری گرہیں کھلتی بھی ہیں اور انسان خدا اور بندوں کی نگاہ میں معزز بھی ہوتا ہے۔

یہ دس باتیں جو نہایت اہم تھیں اور حصول علم میں جن کا بہت بڑا کردار ہے؛ انہیں پیش کر دیا گیا ہے، خدائے وند قدوس اس عاجز کو اور تمام طلبہ کو اس پر عمل کرنے کی توفیق ارزانی عطا فرمائے آمین۔

خطاب

پانچ علوم میں مہارت حاصل کرلو

مدیر محترم، ناظمِ ادارہ حضرت مولانا محمد عبدالقوی صاحب مدظلہ العالی نے نئے تعلیمی سال کے آغاز پر طلبہ کرام کو نہایت وقیع نصیحتیں فرمائیں، جسے اساتذہ ومستفیدین نے بے حد پسند کیا، برادرِ عزیز مفتی محمد احمد علی صاحب قاسمی استاذ ادارہ ہذا نے اس خطاب کو اپنے فون پر محفوظ کیا اور اشرف الجرائد کے ذریعے دیگر علماء وطلباء اور قارئین تک نفع کو متعدی کرنے کے لئے سپردِ قرطاس کیا، اللہ تعالیٰ انھیں جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین　　از: مرتب

الحمد للہ کفیٰ و سلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ!

قال النبی ﷺ من خرج فی طلب العلم فھو فی سبیل اللہ حتی یرجع

آپ لوگ علم حاصل کرنے کی غرض وارادہ سے گھروں سے نکلے ہو، اس لئے اس حدیث کی فضیلت کا مصداق بن گئے ہو، جب تک پڑھتے رہیں گے راہِ خدا میں سمجھے جائیں گے، اور دوسری روایت میں یہ فضیلت بیان کی گئی ہے کہ علم حاصل کرنے کے لئے جو شخص نکلتا ہے تو فرشتے اس کے لئے پَر بچھاتے ہیں، فرشتوں کا پَر بچھانا طالب علم کا اعزاز ہے اور اس کی علامت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس عمل کو قبول کرلیا ہے اور اس عمل کو اپنے نزدیک وقیع ورفیع قرار دیا ہے، جن باتوں کی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیں اعتقادات کی لائن سے خبر دیتے ہیں وہ سب مغیبات ہوتی ہیں، یعنی نظر نہ آنے والی حقیقتیں، فرشتوں کا پَر بچھانا بھی نظر نہ آنے والی حقیقت ہے اسی لئے نبی نے خبر دی، جو چیز دکھائی دیتی ہے اس کی خبر دینے کے لئے نبی کی ضرورت نہیں ہے، نبی وہی خبر دیتے ہیں جو دکھائی نہیں دیتی، اسی وجہ سے ان کو نبی کہتے ہیں، نبی کا مفہوم ہی غیب کی خبر دینے والا ہے، یہ خبر بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دی ہے اور ہمارے لئے آپ کا خبر دینا کافی ہے، ایک انسان کا دیکھا ہوا غلط ہوسکتا ہے، سنا ہوا غلط ہوسکتا ہے لیکن نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمایا ہوا غلط نہیں ہوسکتا اس کامل یقین واعتقاد کے ساتھ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی باتوں کو جو لوگ مانتے ہیں ان کا عقیدہ بہت مضبوط ہوتا ہے اور ان کا عمل بھی مضبوط ہوتا ہے، کیوں کہ عمل کی بنیاد عقیدہ ہے، عقیدہ

صحیح ہے تو عمل بھی صحیح ہے، بہر حال یہ فضیلت یقیناً ہر طالب علم کو حاصل ہے۔

اور کتاب وسنت میں جس علم کی فضیلت بیان کی جاتی ہے اس سے مراد کتاب وسنت کا علم ہی ہوتا ہے، اسی کی فضیلت ہے اَور علوم کو لغت کے اعتبار سے علم کہا جاتا ہے اور کہا جا سکتا ہے، لیکن وہ علوم بمعنی معلومات ہیں، اور یہ علم حقیقت میں ایک روشنی ہے جس کے ذریعہ بندہ کو خدا تعالیٰ کی معرفت حاصل ہوتی ہے، اور خدا تعالیٰ کی معرفت ومحبت ہی اساسِ ایمان ہے، جو اس علم کے ذریعہ حاصل ہوتی ہے۔ اگر اس علم سے یہ ثمرہ مل رہا ہے تو یہ علم ہے اور اگر اس علم سے بھی یہ ثمرہ نہیں مل رہا ہے تو وہی معلوماتِ مطلقہ ہیں، علم وہ ہے جو عالم کو علیم تک پہونچائے، اس لئے آپ لوگ بہت مبارک عمل کے لئے آئے ہو، اگر کوئی اس نیت سے نہیں آیا ہے تو وہ اب نیت کر لے کہ میں اس لئے علمِ دین حاصل کرنا چاہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کی مرضیات کا پتہ چلے، تاکہ میں خود اس پر چلوں اور اللہ تعالیٰ کے بندوں کو چلاؤں، علم حاصل کرنے کی نیت رضائے الٰہی ہونی چاہیئے۔

آپ یہ ارادہ کریں کہ اللہ پاک کیسے راضی ہوتے ہیں یہ میں جاننا چاہتا ہوں، چوں کہ نبی کے بتائے بغیر یہ معلوم نہیں ہوسکتا اس لئے میں نبی کی باتیں سمجھنا چاہتا ہوں، اور نبی کی باتیں عربی زبان میں ہیں اس لئے عربی زبان سیکھنا چاہتا ہوں، یہ نیت ہونی چاہیئے تب آپ کو صحیح معنیٰ میں علم حاصل ہوگا، علم کے ثمرات اور اس کی برکتیں نصیب ہوں گی۔

آج آپ کا پہلا دن ہے تو آپ نیت کو صحیح کرلیں، نیت عمل سے پہلے ہے، عمل نیت کے بعد ہے، جس طرح کہ نماز کی نیت نماز سے پہلے ہوتی ہے، منطق ہو، ادب ہو، بلاغت وفلسفہ ہو، صرف ونحو ہو یا اصول ہو، یہ سب علوم آلیہ ہیں یعنی ذریعہ ہیں علومِ عالیہ تک پہونچنے کا، اور علومِ عالیہ دو ہی ہیں کتاب اللہ، سنتِ رسول اللہ ﷺ، جو علم نبی کے ذریعہ ملا وہی علم عالی ہے، فرمایا ترکت فیکم امرین میں تم میں دو چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں، وہ دو چیزیں یہی ہیں کتاب اللہ وسنتُ رسول اللہ؛ اصولِ فقہ میں دلائل کی بنیادیں اور بتائی جاتی ہیں وہ ضمنی ہیں لیکن اصولی طور پر دو ہی چیزیں ہیں جن میں ہمارا علم ہے، ایک کتاب اللہ دوسرے سنت رُسول اللہ اور یہ جو ہم فقہ پڑھتے ہیں یہ کتاب اللہ اور سنتِ رسول اللہ ہی کا نچوڑ اور اس کا عطر ہے، کوئی الگ چیز نہیں۔

علماء نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کے ذریعہ بندوں کو کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ عطا فرمایا، اور علماءِ امت نے ان دونوں کو سامنے رکھ کر تین علوم اخذ کئے ہیں ۱) علمِ کلام جس کو عقیدہ کہتے ہیں، ۲) علمِ فقہ جو ظاہری احکام ومسائل سے متعلق ہے، ۳) علم تصوف جس کو قرآن وحدیث میں احسان کہتے ہیں، لیبلوکم ایُّکم احسن عملا اور حدیث جبرئیل میں احسان کے سوال پر حضور ﷺ نے فرمایا ان تعبد

اللہ کانک تراہ فان لم تکن تراہ فانہ یراک احسان کی دو قسمیں ہیں، پہلی قسم کو صفتِ مشاہدہ کہتے ہیں اور دوسری قسم کو صفتِ مراقبہ کہتے ہیں دونوں میں سے کوئی بھی صفت ہمارے عمل میں نہیں پائی جاتی تو ہمارا عمل تو ہو جاتا ہے مگر حسین نہیں ہوتا، احسان کے واسطے دونوں میں سے کوئی صفت ہونا ضروری ہے۔ احسان کے معنیٰ آپ جانتے ہیں حسین بنانا، آپ کو اللہ تعالیٰ نے حسین بنایا لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْٓ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ، اب آپ بھی اپنے اللہ تعالیٰ کو اعمال حسین دیجئے، اعمال کیسے حسین بنیں گے اس کا جواب یہ ہے کہ یا تو مشاہدہ کے مقام سے یا مراقبہ کے مقام سے۔

بہرحال علماء نے کتاب وسنت سے یہ تین علوم نکالے ہیں: ۱) عقیدہ اس کا تعلق دل ودماغ سے ہے یعنی انسان وہ سب باتوں کو جان لے جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بتلائے ہیں، جن کے بتلائے بغیر ہم نہیں جان سکتے تھے، اس کو اصطلاح میں علمِ کلام کہتے ہیں، عقیدہ بنیاد اور اساس ہے، عقیدہ صحیح ہو جانے کے بعد دو کام کرنے پڑتے ہیں ظاہر وباطن کو سنوارنا تعمیر الظاهر والباطن ہمارا ظاہر بھی اللہ کو پیارا لگے اور ہمارا باطن بھی اللہ کو اچھا لگے، ظاہر کو شریعت وسنت کے مطابق بنانا اور باطن کو بھی سنت وشریعت کے مطابق بنانا، دونوں میں سے پہلے کا نام علم فقہ ہے اور دوسرے کا نام علمِ تصوف ہے، قدیم زمانہ میں اس کو فقه الظاهر فقه الباطن کہا جاتا تھا کیوں کہ دین کے بعض احکام ظاہر سے متعلق ہیں، بعض احکام باطن سے متعلق ہیں۔

جیسے قرآن کریم گناہوں کے بارے میں کہتا ہے: وذروا ظاهر الاثم وباطنه معلوم ہوا کہ گناہ ظاہر میں بھی ہوتے ہیں اور باطن میں بھی ہوتے ہیں، اور اسی سے معلوم ہوا کہ نیکیاں ظاہر میں بھی ہوتی ہیں اور باطن میں بھی ہوتی ہیں، اللہ تعالیٰ نے جب دونوں احکام دیئے تو دونوں کا حاصل کرنا ضروری ہے۔ امام شامیؒ نے لکھا ہے کہ ''جان لو کہ کبر کا، حسد کا، بغض کا، ریاکاری وسمعہ کا یعنی جتنی بھی اندرونی بیماریاں ہیں ان سب کا علم حاصل کرنا فرض عین ہے دوسرے فرائض کی طرح۔

یہ تین علوم قرآن وحدیث کا مطلوب ہیں، اس لئے علماء نے فن سمجھانے کے واسطے اس کو نکال کر اس کی الگ الگ تقسیم کردی، تو اصل وفرع ملا کر پانچ چیزیں ہوگئیں۔ ۱) کتاب اللہ، ۲) سنت رسول اللہ جس کو احادیثِ شریفہ کہتے ہیں، ۳) علم کلام، ۴) علم فقہ ۵) علمِ تصوف؛ یہ دارالعلوم دیوبند کے سابق شیخ الحدیث حضرت مولانا فخرالدین صاحب رحمہ اللہ کی تحقیق ہے۔

وہ یہ فرماتے ہیں کہ یہ پانچ چیزیں عالم کو سامنے رکھنا چاہیئے، دین اسلام ان پانچ چیزوں میں منحصر ہے جس شخص کو بھی پرکھنا ہو کہ وہ اہل السنۃ والجماعۃ ہے یا نہیں تو اس کے نظریات ان پانچ علوم کے بارے میں کیا

ہے اس کو دیکھنا چاہیئے۔

علم تفسیر کے بارے میں اہل سنت کا ماننا یہ ہے کہ تفسیر بالرائے حرام ہے، جہنم میں جانے کا ذریعہ ہے، یہ علم تفسیر اپنے ماٰخذ و مراجع سے مستنبط ہوگا، اگر ان میں سے کسی سے مستنبط نہ ہوتو وہ تفسیر بالرائے ہے، اور تفسیر بالرائے کا کوئی اعتبار نہیں۔

حدیث کے بارے میں اہل سنت والجماعۃ کا متفق علیہ ضابطہ ہے کہ حدیث اپنی روایت یعنی سند کے معتبر ہونے کے لئے ائمہ کے بنائے ضابطوں پر پرکھی جائے گی اور وہ لوگ اپنے بنائے ہوئے ضابطوں سے جس حدیث کے لئے جو حکم لگائیں گے، صحیح، صحیح لغیرہ، حسن، حسن لغیرہ، اور پھر اس کے بعد مقبول اور مردود یہ سب قسمیں جتنی بھی ہیں، اس سلسلے میں جو اصول وضوابط اہل السنۃ والجماعۃ کے ائمہ رجال نے مقرر کردیئے ہیں ان اصول پر ہی حدیث پرکھ کر دیکھی جائے گی، اب کوئی نیا اصول نہیں بنایا جائے گا۔

اور درایت کے سلسلے میں اہل السنۃ والجماعۃ کا موقف یہ ہے کہ درایت میں ہم صحابہ کرام ؓ ائمہ فقہ اور خیر القرون کے علماءِ حق نے متنِ حدیث کا جو مفہوم لیا ہے اس میں سے کسی مفہوم کو لیں گے، ان میں سے ہر ایک معتبر ہے، بس ہم اس کو معتبر مانتے ہیں اور اسی پر اعتماد کرتے ہیں۔

علم فقہ کے بارے میں اہل السنۃ والجماعۃ کا موقف یہ ہے کہ حق دائر ہے ائمہ اربعہ کے افکار کے اندر، لہذا ہم چاروں میں سے کوئی ایک فقہ اختیار کرلیں، اگر چہ کہ چاروں معتبر ہیں، اور چاروں برحق ہیں مدلل ہیں، لیکن چوں کہ انسان نفسیاتی طور ہویٰ پرست ہے اس لئے سدا للذ ریعۃ پابند کیا گیا ہے کہ وہ کسی ایک ہی فقہ کا اتباع کرے، یہ ضرورتِ دین ہے، اور ضرورتاً کچھ احکام بنائے جاتے ہیں جس پر اجماع ہوتا ہے اور سب کو ماننا پڑتا ہے اس پر بھی اجماع ہوگیا کہ ائمہ اربعہ میں سے کسی بھی ایک کی اتباع کرنی چاہیئے اگر چہ ائمہ اربعہ سب برحق ہیں۔

علمِ کلام کے بارے میں اہل السنۃ والجماعۃ دو موقف رکھتے ہیں: ۱) کچھ سلفیہ کہلاتے ہیں، اور ۲) کچھ اشاعرہ ماتریدیہ کہلاتے ہیں، ہم حنفی مسلمان اشعری ماتریدی ہیں اور شوافع اشاعرہ کہلاتے ہیں، اور محدثین و حنابلہ سلفیہ کہلاتے ہیں، علمِ کلام کے سلسلے میں یہ تینوں مکاتب فکر اہل السنۃ میں داخل ہیں۔ عقیدوں کے بارے میں شروع (یعنی خیر القرون) میں اللہ تعالیٰ کی ذات صفات، اسماء وافعال کے بارے میں جو تشریحات طے ہوگئیں بس وہی معتبر ہیں، اس میں اندرونی جو اختلاف ہے وہ ایسا ہی ہے جیسا فقہاء کا اختلاف، اس لئے وہ بھی معتبر سمجھا جائے گا، مثلاً اگر کوئی کہتا ہے کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے معراج میں اللہ کو دیکھا ہے تو وہ اہل السنۃ ہے، کوئی کہتا ہے نہیں دیکھا ہے وہ بھی اہل السنۃ ہے۔

رہ گیا علم تصوف واحسان؛ تو اس کے بارے میں اہل السنۃ والجماعۃ میں سے کسی کو انکار نہیں ہے، ہاں بعض لوگوں کو اصطلاحات سے توحش ہے، اس توحش سے کچھ فرق نہیں پڑے گا، اگر کوئی احسان کی مُروّج اصطلاحات کو نہیں مانتا ہے تو نہ مانے لیکن احسان کو تو ماننا ہی ہے، خواہ کسی تعبیر میں مانے۔

یہ ہے اہل السنۃ والجماعۃ کو پرکھنے کے پانچ اصول، جس کا جس چیز سے جتنا اختلاف ہے وہ اتنا ہی اہل السنۃ والجماعۃ سے باہر ہے اور اگر پانچوں میں اپنی مستقل رائے رکھتا ہے تو پورا ملحد و بے دین ہے اور اہل السنۃ والجماعۃ سے خارج ہے۔

عالم ہونے کی حیثیت سے آپ کے سامنے یہ منظر صاف رہنا چاہیئے کوئی بھی آدمی کوئی بات کہے تو اس پر پرکھو، اس سے معلوم ہو جائے گا کہ یہ صاحب کتنے بھٹکے ہوئے ہیں کتنے راستے پر ہیں؛ یہ فرقوں کو پرکھنے کا بہت اچھا سہل اور نادر اصول ہے جو علامہ نے بیان کیا ہے۔

بہرحال! آپ کو شروع سے آخر تک یہی پانچ علوم پڑھائے جارہے ہیں، ابتدائی علوم علومِ آلیہ ہیں یعنی اصل علوم تک پہونچنے کا ذریعہ ہیں؛ ہم چوں کہ عجمی ہیں اور ہم لوگ قرآن وحدیث کی زبان نہیں جانتے اس لئے سب سے پہلے زبان پر محنت کرنی پڑتی ہے، اور ہمارے دیوبندی مدارس کا جو نظام ہے وہ جدید عربی کو اہمیت نہیں دیتا ہے، قدیم عربی پر ہی محنت کراتا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ ہم قرآن وحدیث کو سمجھنے کے واسطے عربی سیکھ رہے ہیں، اگر آپ قرآن وحدیث کی خدمت کرنا چاہتے ہیں تو جدید عربی کے ایک فی صد بھی محتاج نہیں ہے، اور اس کا کوئی غم وافسوس نہیں کرنا چاہیئے کہ ہمیں جدید عربی نہیں آرہی ہے۔ کیوں کہ درسِ نظامی میں مطلوب ومقصود وہی عربی جاننا ہے جو دورِ رسالت میں کہی بولی جاتی تھی، کیوں کہ اسی عربی کو جان کر کتاب وسنت کو سمجھا جاسکتا ہے اور ہمارا منشاء کتاب وسنت میں کمال حاصل کر کے پوری امت کو گمراہی سے بچانا اور سیدھے راستے پر خود بھی جمے رہنا ہے۔

آپ کا مقصد عالم بننا ہے، عالم بننے کا مطلب ان پانچ علوم میں مہارت اور کمال حاصل کرنا ہے، کتاب اللہ، سنت رسول اللہ، علم الکلام، علم الفقہ، علم تصوف۔ اس لئے ان چیزوں پر محنت کرو اور جی لگا کر علم حاصل کرو، جتنا فن میں کمال ہوگا اتنا علم حاصل ہوگا۔

مجلس نبوی

از: مولانا الیاس محی الدین ندوی بھٹکلی*

تم میں کون ہے جو کعب بن اشرف کی خبر لے ؟

رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جانی دشمن کعب بن اشرف مدینہ کے نواح میں ایک بڑے اور مضبوط قلعہ میں رہتا تھا، مذہباً یہودی اور بڑا مالدار تھا، وقفہ وقفہ سے رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تنگ کرتا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہجو کرتا اور کفار ومشرکین کو مسلمانوں کے خلاف جنگ کے لیے اکساتا بھی رہتا، آخر تنگ آ کر ایک دن رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی مجلس میں اس کے متعلق اپنی دلی خواہش کا اظہار کر ہی دیا اور حاضرین سے یوں فرمایا:۔

تم میں کون ہے جو کعب بن اشرف کی خبر لے؟

مجلس میں موجود ایک نوجوان جانثار محمد بن مسلمہ یہ سن کر اسی وقت اٹھ کھڑے ہوئے اور عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! کیا آپ اس کا کام تمام کروانا چاہتے ہیں؟

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:۔ جی ہاں، اس پر انھوں نے عرض کیا:۔ آپ مجھے اس کی اجازت دیجیے کہ اس کو ختم کرنے کے لیے میں جس طرح چاہوں اس سے گفتگو کروں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:۔ تمھارے لیے اس کی اجازت ہے، چنانچہ محمد بن مسلمہ کعب بن اشرف کے پاس پہنچے اور اس سے یوں گویا ہوئے:۔

اجی! یہ شخص (محمد) ہم سے صدقات وزکوٰۃ کا مطالبہ کرتا ہے اور ہم کو تنگ کرتا ہے میں تم سے کچھ قرض طلب کرنے آیا ہوں، ایک یا دو وسق غلّہ ہمیں ادھار دو۔

کعب بن اشرف نے کہا:۔ میں قرض دیتا ہوں لیکن شرط ہے کہ رہن یعنی گروی کے طور پر کوئی چیز رکھو، محمد بن مسلمہ نے پوچھا:۔ تم کیا گروی رکھنا چاہتے ہو؟ اس نے کہا:۔ اپنی عورتوں یعنی بیویوں کو رہن رکھو، اس پر انھوں نے کہا:۔ تم عرب کے خوبصورت ترین انسان ہو، تم کو اس کی کیا ضرورت ہے؟ اس نے کہا:۔ تو پھر اپنے بچوں کو رہن رکھو، اس پر انھوں نے کہا:۔ لوگوں میں یہ بات تمھارے لیے عار یعنی شرم کا سبب ہوگی کہ معمولی قرض کے لیے تم نے بچوں کو گروی رکھا، اگر تم چاہو تو میں تمہارے پاس اپنے ہتھیار رہن میں رکھتا ہوں، اس گفتگو کے بعد پھر آنے کا وعدہ کر کے محمد بن مسلمہ واپس چلے گئے اور رات کو کعب بن اشرف ہی کے رضاعی

---

* استاذ تفسیر وحدیث جامعہ اسلامیہ بھٹکل

بھائی ابونائلہ کو بھی ساتھ لے کر آئے، کعب بن اشرف نے ان کو اپنے قلعہ میں آنے کے لیے کہا اور خود بھی نیچے اتر کر آ گیا، اس کو نیچے جاتا دیکھ کر اس کی بیوی نے پوچھا:۔ رات کو اس وقت آپ کہاں جا رہے ہیں؟

اس نے کہا:۔ محمد بن مسلمہ اور میرے بھائی ابونائلہ آئے ہیں۔

اس پر اس نے کہا:۔ مجھے تو خون کی بو آ رہی ہے، اس نے کہا:۔ یہ میرے دوست محمد بن مسلمہ اور بھائی ابونائلہ ہیں، شرافت کا تقاضا تو یہ ہے کہ کوئی رات کو برچھا مارنے کے لیے بھی بلائے تب بھی انکار نہ کرے۔

محمد بن مسلمہ اور دو آدمیوں کو ساتھ لے کر آئے تھے، ان سے انھوں نے کہا کہ جب میں کعب بن اشرف کے بال سونگھتے ہوئے پوری طرح اس کے سر کو اپنے قابو میں کر لوں تو تم اپنا کام کر دینا۔

کعب بن اشرف چادر اوڑھے نیچے آیا، خوشبو اس کے بدن سے مہک رہی تھی، اس کو اس حالت میں دیکھ کر اس سے محمد بن مسلمہ نے کہا:۔ آج کی طرح اتنی اچھی خوشبو مجھے کبھی سونگھنے کو نہیں ملی،

اس پر کعب بن اشرف نے کہا کہ تمھیں معلوم نہیں کہ میرے پاس عربوں میں سے سب سے زیادہ مہک اور عمدہ خوشبو والی بیوی ہے۔

یہ سن کر محمد بن مسلمہ نے اس سے پوچھا:۔کیا تم مجھے اپنا سر سونگھنے کی اجازت دے سکتے ہو؟

اس نے کہا:۔ ضرور۔

پھر انھوں نے پہلے خود اس کا سر سونگھا اور اپنے ساتھیوں کو بھی سونگھایا، جب دوسری مرتبہ اجازت لے کر اس کا سر سونگھتے ہوئے محمد بن مسلمہ نے اس کے سر پر اچھی طرح قابو پا لیا تو اپنے ساتھیوں کو اشارہ کیا کہ اب اپنا کام کرو، یہ سننا تھا کہ انھوں نے اس کا سر تن سے جدا کر دیا (اور اسی وقت محمد بن مسلمہ نے اس کو رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں لا کر پیش بھی کر دیا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا)۔

(صحیح البخاری کتاب المغازی: ۴۰۳۷، صحیح مسلم: ۱۸۰۱)

فضائل و آداب

عشرۂ ذی الحجہ: فضائل ومسائل

ڈاکٹر مفتی احمد خان

ماہ ذوالحجہ کا پہلا عشرہ خصوصی فضیلت کا حامل ہے، اللہ رب العزت نے سورہ فجر میں کئی چیزوں کی قسم اٹھائی جن میں سے ایک "فجر" ہے، حضرت ابن عباسؓ، مجاہدؒ اور عکرمہؒ فرماتے ہیں اس فجر سے مراد ۱۰/ذی الحجہ کی فجر ہے، دوسری چیز جس کی قسم اٹھائی گئی وہ "ولیالٍ عشر" ہے جس کے بارے میں خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ان ۱۰/راتوں سے مراد ذی الحجہ کا پہلا عشرہ ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، یہ دس راتیں وہی ہیں جن کا حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قصے میں ذکر ہے "وَاَتْمَمْنٰهَا بِعَشْرٍ" (اعراف:142) کیوں کہ یہی ۱۰/راتیں سال کے ایام میں افضل ہیں۔

امام قرطبیؒ نے فرمایا کہ مذکورہ حدیث سے ذُوالحجہ کے پہلے عشرہ کا تمام دنوں میں افضل ہونا معلوم ہوا اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لیے بھی یہی دس راتیں ذی الحجہ کی مقرر کی گئی تھیں۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: دنیا کے دنوں میں سب سے افضل ذی الحجہ کے پہلے عشرے کے دن ہیں۔ (کشف الاستار)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "کوئی دن ایسا نہیں ہے کہ جس میں نیک عمل اللہ تعالیٰ کے یہاں اِن (ذی الحجہ کے) دس دنوں کے نیک عمل سے زیادہ محبوب ہو اور پسندیدہ ہو"، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کیا یہ اللہ کے راستے میں جہاد کرنے سے بھی بڑھ کر ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "اللہ کے راستے میں جہاد کرنے سے بھی بڑھ کر ہے مگر وہ شخص جو جان اور مال لے کر اللہ کے راستے میں نکلے، پھر ان میں سے کوئی چیز بھی واپس لے کر نہ آئے" (سب اللہ کے راستے میں قربان کر دے، اور شہید ہو جائے یہ ان دنوں کے نیک عمل سے بھی بڑھ کر ہے)۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "اللہ تعالیٰ کے

یہاں (ذوالحجہ کے) دس دنوں کی عبادت سے بڑھ کر عظیم اور محبوب تر کوئی عبادت نہیں لہٰذا ان میں "لا الہ الا اللہ، اللہ اکبر، الحمد للہ" کثرت سے پڑھا کرو۔ (احمد، بیہقی)

لہٰذا ان مبارک دنوں میں غیر ضروری تعلقات سے ہٹ کر اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اطاعت بہت لگن اور توجہ کے ساتھ کرنی چاہیئے اور ہمہ تن اللہ تعالیٰ کی یاد میں مشغول رہنا اور ذکر وفکر، تسبیح وتلاوت، صدقہ، خیرات اور نیک عمل میں کچھ نہ کچھ اضافہ کرنا، گناہوں سے بچنا اور روزوں کا بھی جہاں تک ہو سکے اہتمام کرنا چاہیئے۔

9/ ذی الحجہ اور اس کے روزہ کے فضائل ومسائل

9/ ذوالحجہ کا دن مبارک دن ہے، اس دن میں حج کا سب سے بڑا رکن "وقوف عرفہ" ادا ہوتا ہے، اور اس دن بے شمار لوگوں کی بخشش اور مغفرت کی جاتی ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ نے اس دن کی برکات سے غیر حاجیوں کو بھی محروم نہیں فرمایا: اس دن روزے کی عظیم الشان فضیلت مقرر کر کے سب کو اس دن کی فضیلت سے اپنی شان کے مطابق مستفید ہونے کا موقع عنایت فرمایا۔

اللہ رب العزت نے قرآن میں "مشھود" کا لفظ فرما کر عرفہ کے دن کی قسم اٹھائی۔

(معارف القران للکاندھلوی: 8/ 421)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تمام دنوں میں سب سے افضل دن اللہ تعالیٰ کے نزدیک جمعہ کا دن ہے، اور یہ دن "شاہد" ہے اور "مشہود" عرفہ کا دن ہے اور "یوم موعود" قیامت کا دن ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: (عرفہ کے دن کے مقابلہ میں) کوئی دن ایسا نہیں جس میں اللہ تعالیٰ عرفہ کے دن سے زیادہ بندوں کو جہنم سے نجات دیتے ہوں، حق تعالیٰ شانہ (عرفات میں وقوف کرنے والوں سے خصوصی رحمت کے ساتھ) قریب ہوتے ہیں پھر فخر کے طور پر فرماتے ہیں کہ یہ بندے کیا چاہتے ہیں؟ (مسلم)

حضرت مسروق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: سال بھر میں مجھے کوئی روزہ عرفہ کے دن سے زیادہ محبوب نہیں۔ (مصنف ابن ابی شیبہ)

اس حدیث میں ۹/ ذی الحجہ کے دن کے روزے کی بیش بہا فضیلت بیان کی گئی ہے۔ ایک روایت میں حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرفہ (یعنی ۹/ ذی الحجہ) کے روزہ کے بارے میں پوچھا گیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: (۹ ذی الحجہ کا روزہ رکھنا) ایک سال گزشتہ اور ایک سال

آئندہ کے گناہوں کا کفارہ ہے۔(مسلم،مسند احمد)

9/ ذی الحجہ کے مسائل

☆...عرفہ کے دن کی فضیلت ہر شخص کو اس ملک کی تاریخ کے اعتبار سے حاصل ہوگی جس ملک میں وہ شخص موجود ہے۔جیسا کہ عید الاضحیٰ ہر شخص اپنے ملک کی تاریخ کے اعتبار سے کرے گا اسی طرح عرفہ بھی عید الاضحیٰ سے ایک دن پہلے شمار ہوگا۔

☆...بعض لوگ عرفہ کے دن کسی ایک مقام پر اکٹھے اور جمع ہونے کو ثواب سمجھتے ہیں اور عرفات میں حاجیوں کے اجتماع کی مشابہت کرتے ہیں۔اس کی شریعت میں کوئی اصل نہیں بلکہ بے بنیاد اور من گھڑت بات ہے،لہٰذا اس سے پرہیز کرنا چاہئے۔

☆...عشرۂ ذی الحجہ اور ۹/ذی الحجہ کے روزوں کے مسائل دوسرے نفل روزوں کی طرح ہیں۔

عشرہ ذی الحجہ میں بال اور ناخن کا حکم

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب تم ذی الحجہ کا چاند دیکھ لو،اور تم میں سے کسی کا قربانی کا ارادہ ہو تو وہ جسم کے کسی حصہ کے بال اور ناخن نہ کاٹے۔(ترمذی،مسلم،ابوداؤد)

☆... بال ناخن نہ کاٹنے کا حکم قربانی والے کے لیے ہے۔

☆... یہ مستحب ہے فرض واجب نہیں،لہٰذا کوئی اس کی رعایت نہ کر سکا تو بھی گنہگار نہ ہوگا۔

☆... عورتوں کے لیے بھی یہی حکم ہے۔

☆...اگر زیر ناف بالوں اور ناخنوں کو چالیس دن یا زیادہ ہو رہے ہوں تو یہ حکم نہیں،صفائی ضروری ہے۔

تکبیر تشریق

تکبیرات تشریق یہ ہیں:"اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ"

☆...۹/ذی الحجہ کی فجر سے لے کر 13 ذوالحجہ کی عصر تک پانچ دنوں میں تکبیر تشریق کی خاص تاکید اور فضیلت ہے۔ارشاد ربانی ہے:وَاذْكُرُوا اللّٰهَ فِيْٓ اَيَّامٍ مَّعْدُوْدٰتٍ اور یاد کرو اللہ کو گنتی کے دنوں میں۔

(البقرہ)

☆... ابن شہاب زہریؒ فرماتے ہیں،"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سب ایام تشریق کے دنوں میں تکبیر پڑھتے تھے۔"

☆...حضرت عبید بن عمیرؒ سے روایت ہے،وہ فرماتے ہیں:"حضرت عمرؓ عرفہ(۹/ذی الحجہ) کی فجر سے

ایام تشریق کے آخری دن عصر کی نماز تک تکبیر تشریق پڑھتے تھے۔" (کنز العمال)

☆...حضرت امام محمدؒ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں: "(ہمارے شیخ امام) ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے ہم نے اور وہ حضرت حمادؒ سے اور وہ حضرت ابراہیم نخعیؒ سے وہ حضرت علیؓ سے روایت بیان کرتے ہیں کہ حضرت علیؓ عرفہ (۹/ذی الحجہ) کی فجر سے ایام تشریق کے آخری دن عصر کی نماز تک تکبیر تشریق پڑھتے تھے۔

(کتاب الآثار)

اسی وجہ سے ہمارے فقہاء کے نزدیک تکبیر تشریق 9/ذی الحجہ کی فجر سے لے کر 13/ذی الحجہ کی عصر تک ہر فرض نماز کے بعد ایک مرتبہ پڑھنا واجب ہے۔

تمہارا اس شخص کے متعلق کیا خیال ہے؟

آج رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور سہل بن سعد ساعدی ایک ساتھ ایک جگہ تشریف فرما تھے، سامنے سے ایک شخص کا گذر ہوا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سعد بن سہل سے مخاطب ہو کر پوچھا:۔

تمہارا اس شخص کے متعلق کیا خیال ہے؟

سعد بن سہل نے کہا:۔ یہ شخص تو شریف و مالدار ہے، اگر کسی عورت کو نکاح کا پیغام دے تو قبول ہو، اگر کسی کی سفارش کرے تو اس کی سفارش سنی جائے۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خاموش رہے۔

کچھ ہی دیر میں ایک اور شخص کا وہاں سے گذر ہوا۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سعد بن سہل سے پھر وہی سوال دہرایا۔

سعد بن سہل نے جواب دیا:۔ یہ تو غریب، تنگدست مسلمان ہے، بے چارہ اگر کسی عورت کو شادی کا پیغام دے تو قبول نہ ہو، کسی کی سفارش کرے تو اس کی سفارش سنی نہ جائے۔

اس پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:۔

سنو! یہ بعد والا شخص پہلے والے شخص سے اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہتر ہے، چاہے پہلے جیسے لوگوں سے زمین بھر جائے۔ (صحیح البخاری کتاب الرقاق: ۶۴۴۷)

(ماخوذ از: مجالسِ نبوی ص: ۶۹، مرتبہ: مولانا محمد الیاس ندوی بھٹکلی)

فکر ونظر

وائے شرمندۂ ساحل اُچھل کر بے کراں ہوجا

مولانا ندیم الواجدی*

جمہوری ملکوں میں انتخابات کا عمل کوئی انوکھی بات نہیں ہے، ہر وقت کہیں نہ کہیں یہ عمل ہوتا رہتا ہے اور اس کے نتیجے میں تبدیلیاں بھی رونما ہوتی رہتی ہیں، شاید ہی کسی ملک کا الیکشن عالمی سطح پر اس قدر مرکز توجہ رہا ہو جس قدر ترکی کا الیکشن تھا، پوری دنیا سانس روکے اس الیکشن کے نتیجے کا انتظار کر رہی تھی، یورپین ملکوں کو کچھ زیادہ ہی دل چسپی تھی، ان ملکوں کی حکومتوں سے لے کر میڈیا تک کی دلچسپی کا موضوع ترکی کا الیکشن بنا ہوا تھا، اقوام متحدہ کے آبزرور سمیت بہت سی بین الاقوامی تنظیمیں انتخابی عمل کی شفافیت کا جائزہ لینے کے لئے ملک کے کونے کونے میں دندناتی پھر رہی تھیں، رائے عامّہ کو متأثر کرنے کے لئے جھوٹ پر مبنی تجزیاتی رپورٹیں بھی شائع کی جارہی تھیں، واشنگٹن سے تل ابیب تک اور تہران سے ریاض تک بے چینی تھی، اضطراب تھا، خوف تھا کہ کہیں طیب اردگان دوبارہ کامیابی حاصل نہ کرلیں، دوسری طرف مسلمان تھے، وہ بھی بے چین اور مضطرب تھے، انہیں یہ ڈر تھا کہ کہیں طیب اردگان کے ہاتھوں سے ترکی کا اقتدار نہ نکل جائے، عام آدمی سے لے کر سیاست سے دور رہنے والے علماء اور گوشہ نشین پیرانِ طریقت تک طیب اردگان کی کامیابی کے لئے دست بدُعا نظر آئے، اللہ نے لاج رکھ لی، ایک مرتبہ پھر طیب اردگان صدر بننے میں کامیاب ہوگئے، انہیں ترپن فی صد ووٹ ملے ہیں، جب کہ ان کے قریبی حریف محرم انسے کو اکتیس فی صد ووٹ حاصل ہوئے ہیں، ووٹنگ کا تناسب ستاسی فی صد رہا، جو گذشتہ الیکشن کے مقابلے میں ایک فی صد زیادہ ہے، پورا ترکی لال رنگ میں رنگ گیا تھا، حریف امیدواروں نے بہ حیثیت مجموعی سینتالیس فی صد ووٹ حاصل کئے، ترکی میں کامیاب ہونے کے لئے کل ووٹنگ کے پچاس فی صد سے زیادہ ووٹ حاصل کرنا ضروری ہے، اگر کوئی امیدوار اتنے ووٹ حاصل نہیں کر پاتا تو اس کو اپنے قریبی حریف کے ساتھ دوبارہ پنجہ آزمائی کرنی پڑتی ہے، خدا کا شکر ہے طیب اردگان پہلے ہی مرحلے میں کامیاب قرار دے دیے گئے، ورنہ مغربی میڈیا دوسرے مرحلے کے الیکشن کی پیشین گوئی کر رہا تھا، اور اس مرحلے میں طیب اردگان کو چت کرنے کی سازشیں بھی عروج پر تھیں۔

---

* مدیر ماہنامہ ترجمانِ دیوبند

الیکشن ہو چکا ہے، نتائج سامنے آچکے ہیں، اسلام پسند لوگ خوشی سے سرشار ہیں، اور اسلام مخالف قوتیں منہ لٹکائے ہوئے ہیں، سوال یہ ہے کہ اس الیکشن میں ایسی کیا خاص بات تھی کہ پوری دنیا کی نگاہ اس کے نتائج پر ٹکی ہوئی تھی، اس کے ساتھ ہی یہ سوال بھی اہمیت رکھتا ہے کہ ترکی میں ایمرجنسی کے مسلسل نفاذ نے بھی رائے عامہ کو تبدیل نہیں کیا جب کہ میڈیا چلا چلا کر کہہ رہا تھا کہ اگر طیب اردگان دوبارہ برسر اقتدار آ گئے تو ملک کی جمہوریت آمریت میں تبدیل ہو جائے گی، طیب اردگان میں ایسا کیا ہے کہ لوگوں نے ان کو پھر سے منتخب کرلیا ہے، وہ خود بھی کامیاب ہوئے ہیں اور ان کے بنائے ہوئے وفاق ''اتحاد جمہور'' نے بھی پارلیمنٹ میں واضح اکثریت حاصل کرلی ہے، اس سے پہلے اسے دوسواٹھاون نشستوں پر کامیابی ملی تھی، جب کہ حکومت تشکیل دینے کے لئے دوسوچھہتر نشستوں پر کامیابی حاصل کرنا ضروری ہے، یہ سوال بھی ابھر رہا ہے کہ دنیا بھر کے مسلمان طیب اردگان کو کیوں پسند کرتے ہیں، ان کے دلوں کی یہ آرزو کیوں تھی کہ طیب اردگان پھر سے اقتدار میں آئیں، اس مضمون میں اسی طرح کے کچھ سوالات کا جواب دینے کی کوشش کی گئی ہے۔

ترکی ایک یورایشیائی ملک ہے جو جنوب مغربی ایشا میں جزیرہ نما اناطولیہ اور جنوبی مشرقی یورپ کے علاقہ بلقان تک پھیلا ہوا ہے، محل وقوع کے اعتبار سے یہ ایشیا میں بھی ہے اور یورپ میں بھی، اور یہی اس کا تاریخی حسن ہے جو اسے دوسرے ملکوں سے ممتاز کرتا ہے، مسلمانوں نے اسے ۱۲۹۹ء میں فتح کیا اور چھ سو اکتیس برس تک یہاں خلافت عثمانیہ کے نام سے حکومت کی، اس حکومت کا دائرہ تین براعظموں میں پھیلا ہوا تھا، اس عظیم سلطنت کی سرحدیں مغرب میں آبنائے جبرالٹر، مشرق میں بحیرۂ قزوین، اور خلیج فارس، شمال میں آسٹریا، سلواکیہ اور یوکرین، جنوب میں سوڈان، صومالیہ اور یمن تک پھیلی ہوئی تھیں، مگر یہ عظیم سیاسی قوت پہلی جنگ عظیم کے دوران بکھر کر رہ گئی، اس جنگ میں سلطنت عثمانیہ نے جرمنی کا ساتھ دیا، شکست مقدر بنی، اس کے ساتھ ہی اس عظیم سلطنت کا خاتمہ بھی ہو گیا، فاتح اتحادی قوتوں نے سلطنت کے ٹکڑے ٹکڑے کر دئے اور ان ٹکڑوں کو آپس میں بانٹ لیا، موجودہ ترکی بھی اتحادی فوجوں کے زیر نگیں چلا گیا، ۱۹/مئی ۱۹۱۹ء کو اس جارحیت کے خلاف ترک اٹھ کھڑے ہوئے، خلافت عثمانیہ کے ایک فوجی افسر مصطفی کمال پاشا نے اس تحریک آزادی کی قیادت کی، ۱۸/ستمبر ۱۹۲۲ء کو قابض فوجوں کو باہر نکال دیا گیا، اس کے ساتھ ہی ایک نئے ترکی کی بنیاد ڈال دی گئی جس میں خلافت عثمانیہ کے لئے کوئی جگہ نہیں تھی، بین الاقوامی برادری نے نئے ترکی کو تسلیم تو کیا لیکن اسے ایک معاہدے کا پابند بھی کر دیا جس کو معاہدۂ لوازن کہا جاتا ہے، اتفاق سے اس معاہدے کی مدت ۲۰۲۳ء میں ختم ہو گی، اور صدر طیب اردگان کو بھی ۲۰۲۳ء تک کے لئے صدر منتخب کیا گیا ہے، مصطفی کمال پاشا نے جسے ترکوں نے

اتاترک (بابائے ترک) کا خطاب دیا تھا خلافت عثمانیہ ہی کا خاتمہ نہیں کیا بل کہ مذہب کو بھی ناقابل عمل قرار دے دیا، قرآن کریم پڑھنا جرم ٹھہرا، اذانیں روک دی گئیں، مساجد بند کردی گئیں، بل کہ ان کو شراب خانوں میں تبدیل کردیا گیا، اسلامی شعائر پر پابندی لگادی گئی، یہاں تک کہ اسلامی لباس پہننا اور داڑھی رکھنا بھی ممنوع قرار دے دیا گیا، ترکی زبان کا عربی رسم الخط بدل کر لاطینی کردیا گیا، نیا ترکی ایک لادینی اسٹیٹ کی صورت میں دنیا کے نقشے پر اجاگر ہوا، ساری دنیا کے مسلمان اور خود ترکی کے مسلمان جن پر مذہبی رنگ ہمیشہ سے غالب رہا ہے خلافت عثمانیہ کے سقوط پر تو غم زدہ تھے ہی اس صورت حال سے اور آزردہ خاطر ہوئے، کمال اتاترک چودہ سال تک زندہ رہے، مگر وہ ایسی روایت کی بنیاد ڈال گئے جس کو ان کے جانشین بھی ختم نہ کرسکے، ان کے بعد عصمت انونو ملک کے دوسرے صدر بنے، انھوں نے اپنے پیش رو کی ''اصلاحات'' جاری رکھیں، ترک قوم وزیر اعظم عدنان میندراس کو ہمیشہ یاد رکھے گی جنھوں نے مذہب پر لگائی گئی پابندی اٹھانے کی جرأت کی، اگرچہ انہیں اس کا خمیازہ بھگتنا پڑا، فوج نے بغاوت کی اور انہیں تختۂ دار پر چڑھا دیا گیا، مگر جو شمع وہ جلا کر گئے تھے وہ ان کے خون سے اب تک روشن ہے، اسلام پسند قوتیں آگے بڑھتی رہیں، ۱۹۹۵ء کے انتخابات میں پہلی بار اسلام پسند رفاہ پارٹی سب سے بڑی جماعت کے طور پر ابھری، نجم الدین اربکان وزیر اعظم بنے، مگر وہ زیادہ دنوں تک اس منصب پر نہ رہ سکے، ۱۹۹۷ء میں ان کو استعفی دینے پر مجبور کردیا گیا، طیب اردگان، نجم الدین اربکان کی ویلفیر پارٹی کے رکن تھے جس پر ۱۹۹۸ء میں پابندی عائد کردی گئی تھی، طیب اردگان اگرچہ اسلامی ذہن رکھتے تھے مگر انھوں نے شدت پسندی کے بجائے مصلحت پسندی سے کام لیا، استنبول کے میئر اور ترکی کے وزیر اعظم کی حیثیت سے انھوں نے ملک کی ترقی میں نمایاں کردار ادا کیا، اور اپنے کارناموں کے ذریعے وہ اس مقام تک پہنچے کہ ۲۰۱۴ء میں ان کو ملک کا صدر منتخب کرلیا گیا، ترکی میں مسلح افواج کی بغاوت کی ایک لمبی تاریخ ہے، وزارت عظمی کے دور میں بھی انہیں مسلح افواج کی مخالفتوں سے نمٹنا پڑا، صدر بننے کے بعد بھی مسلح دستوں کی ریشہ دوانیاں جاری رہیں، ۱۵/ جولائی ۲۰۱۶ء کی شب فوج کے ایک دھڑے نے اچانک ہی ملک میں مارشل لا کے نفاذ کا اعلان کردیا، لیکن اس بغاوت کو ترک عوام نے سڑکوں پر نکل کر اور ٹینکوں کے آگے لیٹ کر ناکام بنا دیا، اور یہ ثابت کردیا کہ اصل حکومت اس کی ہے جو دلوں پر راج کرتا ہے۔

اس واقعے کے دو ماہ بعد ستمبر ۲۰۱۶ء میں احقر نے استنبول کا سفر کیا، میں نے اپنے رہ نما سے جو دارالعلوم دیوبند کے فارغ التحصیل عالم دین ہیں پوچھا کہ آخر راتوں رات ترک عوام اتنی بڑی تعداد میں سڑکوں پر کیسے نکل آئے؟ انھوں نے بتلایا کہ اس میں سوشل میڈیا نے بڑا کردار ادا کیا ہے لیکن اس سے بڑا کردار مسجدوں کے

میناروں پر لگے لاؤڈ اسپیکرز نے انجام دیا ہے، جہاں سے یہ اعلان کیا گیا کہ طیب اردگان کی جان خطرے میں ہے، یہ اعلان سن کر کوئی شخص گھر میں نہیں رہ سکا، عورتیں تک باہر نکل آئیں، لوگ ٹینکوں کے سامنے بے خوف ہوکر لیٹ گئے، ہمارے یہ رہ نما بھی ان لوگوں میں شامل تھے جنھوں نے بغاوت کی اس آگ کو فرو کرنے میں اپنے حصے کا کردار ادا کیا۔

طیب اردگان کو یہ مقبولیت اس لئے ملی کہ ایک طرف تو انھوں نے ترکوں کی یہ دیرینہ خواہش پوری کی کہ مذہب قید و بند سے آزاد ہو اور ہر شخص کو اپنے مذہب پر عمل کرنے کی آزادی ملے، دوسری طرف انھوں نے ملک کو معاشی طور پر مستحکم و مضبوط کرنے میں بھی دل چسپی لی، راقم السطور کو مذہبی آزادی اور معاشی خوش حالی کے مناظر صاف نظر آئے، مسجدیں کھلی ہوئی اور آباد ہیں، دینی تعلیم پر کوئی پابندی نہیں ہے، فکر دیو بند سے وابستہ کئی مدارس سرگرم عمل ہیں، تبلیغی جماعت بھی اپنا کام کر رہی ہے، لوگ آہستہ آہستہ اسلام کے بہت قریب آتے جا رہے ہیں، پورے ملک میں کشادہ سڑکوں کا جال بچھ گیا ہے، ایشیائی استنبول کو یورپین استنبول سے جوڑنے کے لئے آبنائے باسفورس پر بڑے بڑے پل ڈال دئے گئے ہیں، سمندر میں ریلوے ٹریک اور سڑک بچھا کر ٹرینوں اور کاروں سے دونوں علاقوں کو مربوط کر دیا گیا ہے، صبح سے شام تک ہزاروں اسٹیمرز آبنائے باسفورس کے سینے پر ادھر سے ادھر سواریوں کو لے کر دوڑتے پھرتے نظر آتے ہیں، بازاروں میں رونق ہے، اسکول، کالج اور یونی ورسٹیاں طلبہ وطالبات کی کثرت سے بے حال ہیں، ہر طرف خوش حالی کا دور دورہ ہے، جس کی جھلک ہر ترک چہرے پر نظر آتی ہے، استنبول میں عالمی معیار کا ایک ایئرپورٹ بن کر تیار ہے جو آئندہ سو سال کی ضرورتوں کے لئے کافی ہوگا، صدر اردگان معاشی ترقی کا یہ سفر جاری رکھیں گے، انھوں نے جوہری طاقت حاصل کرنے کے اپنے عزم کا اعلان کیا ہے جس سے واشنگٹن اور تل ابیب سمیت تمام راجدھانیوں میں زلزلہ برپا ہے، ۱۹۲۳ء کے بعد یہ پہلا موقع ہے کہ پورا ترکی اللہ اکبر کے نعروں سے گونج رہا ہے، انتخابی مہم کے دوران طیب اردگان نے عثمانی تھپڑ کا استعارہ استعمال کر کے مستقبل کے ترکی کی طرف اشارہ کر دیا ہے، طیب اردگان خلافت عثمانیہ کا احیاء کریں گے یا نہیں، یہ تو وقت بتلائے گا مگر انہیں ووٹ معاشی ترقی اور اقتصادی خوش حالی کے ساتھ ساتھ عثمانی نعرے پر بھی ملا ہے، آق پارٹی کے کارکنان نے جو سرخ ٹوپیاں پہن رکھی تھیں ان پر لکھا ہوا تھا کہ ”ہم عظیم عثمانیوں کے پوتے ہیں“ مقبول گلوکار ماہر زین نے جو نغمہ اردگان کی انتخابی مہم کے دوران گایا اس کا ایک شعر کچھ یوں ہے، ”کل ہمارے لئے طغرل تھا آج ہمارے لئے اردگان ہے“ یاد رہے طغرل عثمانیوں کا جد امجد تھا، آخر یہ کیسا جذبہ ہے جو ترکوں میں پروان چڑھ رہا ہے، ترکی قوم کو یقین ہے کہ صرف طیب اردگان ہی واحد قوم پرست لیڈر ایسا ہے جو

ملک کو معاہدۂ لوازن سے آزاد کرا سکتا ہے، یہ معاہدہ ملک کی معاشی ترقی میں بڑی رکاوٹ بنا ہوا ہے، اس معاہدے کی رو سے یہ ملک اپنے ساحلوں پر اور میدانی و پہاڑی علاقوں میں گیس، تیل اور دوسرے معدنیاتی ذخائر کی کھوج نہیں کرسکتا۔

دنیا کے مسلمان طیب اردگان میں مستقبل کا صلاح الدین ایوبی ڈھونڈ رہے ہیں، وہ اپنی سادہ مزاجی، عوام سے گھلنے ملنے کی عادت اور دین داری کی وجہ سے ترکوں میں بے حد مقبول ہیں، لیکن دنیا کے مسلمانوں میں ان کی مقبولیت اس لئے ہے کہ وہ ہر معاملے میں جرأت مندانہ موقف رکھتے ہیں، بیت المقدس کا مسئلہ ہو، یا شام کا، برما کے مظلوم مسلمانوں کا معاملہ ہو یا فلسطین کے مقہور مسلمانوں کا، کسی بھی معاملے میں وہ پیچھے نہیں رہے، ان کی اس بے باکی اور بہادری نے ان کو وہ مقبولیت عطا کی ہے کہ آج ان کے لئے علماء وصلحاء سے لے کر عوام الناس تک بوڑھوں اور جوانوں سے لے کر عورتوں اور بچوں تک کی زبانوں پر درازئ عمر کی دعائیں ہیں، ہم بھی دعا کرتے ہیں کہ ترکی کے عوام نے اور دنیا کے مسلمانوں نے جو توقعات ان سے قائم کی ہیں خدا کرے وہ توقعات پوری ہوں، ان کی ذات میں جس مردِ حق کی جستجو جاری ہے وہ جستجو پوری ہو، اور ان کے ذریعے کچھ ایسا ہو جائے کہ رہتی دنیا تک ان کا نام بھی خالد بن ولیدؓ اور صلاح الدین ایوبیؒ کے ساتھ لیا جاتا رہے، اس دُعا کے ساتھ علامہ اقبالؒ کا یہ مصرعہ بھی طیب اردگان کی نذر ہے۔ ع

تو اے شرمندۂ ساحل اُچھل کر بے کراں ہو جا

چار اسماءِ مبارکہ کا استحضار رکھو

حضرت حکیم کلیم اللہ صاحب مدظلہ العالی فرماتے ہیں:

بعض حضرات کہتے ہیں کہ کام میں خیانت ہو جاتی ہے، غفلت ہو جاتی ہے، میں کہتا ہوں: اس کے ازالے کے لئے اللہ تعالیٰ کے چار اسماءِ مبارکہ کا استحضار رکھا کرو، سمیع و بصیر، علیم و خبیر، وہ ہماری سب باتیں سننے والا ہے، ہماری ہر حرکت کو دیکھنے والا ہے، ہمارے تمام احوال کو جاننے والا ہے، ہمارے تمام کاموں کی خبر رکھتا ہے؛ جب اس کو بار بار سوچیں گے اور ان صفات کا استحضار رکھیں گے تو انشاء اللہ دیانت پیدا ہوگی، اور کام میں کوتاہی سے، غفلت سے اور خیانت سے حفاظت ہوگی۔

(جواہر حکمت ص:۸، مرتبہ: حضرت مولانا محمد عبدالقوی مدظلہ)

اصلاحی مضامین

بچوں پر کارٹون کے منفی اثرات

مفتی محمد عارف باللہ القاسمی*

مختلف ٹی وی چینلوں پر بچوں کے پسندیدہ کارٹونس پیش کئے جاتے ہیں، جن کو بچے بہت ہی شوق ورغبت سے دیکھتے ہیں اور والدین بھی انہیں ان کے دیکھنے سے روکنے کی عموما ضرورت محسوس نہیں کرتے؛ کیونکہ بظاہر انہیں ان میں کوئی خامی نظر نہیں آتی، بلکہ انہیں ان میں بچوں کی تفریح طبع نظر آتی ہے، اس لئے بہت سے والدین تفریح کی خاطر بچوں کو کارٹون کے پروگرام لگا کر دیتے ہیں، تاکہ ان کی تفریح ہو جائے؛ کیونکہ شہری زندگی میں جہاں بڑے افراد شہری ماحول کی تنگی سے دوچار ہیں وہیں بچے اپنے گھروں میں محصور ہونے پر مجبور ہو چکے ہیں اور کھلی فضا میں دوستوں کے ساتھ کھیل وتفریح سے محروم ہو چکے ہیں، ساتھ ہی تعلیمی میدان میں انقلاب نے بچوں پر بچپن ہی سے کتابوں کا بوجھ ڈال دیا ہے، جس کی وجہ سے ان کی تفریح کی ضرورت اور بڑھ چکی ہے تاکہ وہ تھوڑی دیر کی تفریح سے ذہنی تکان کو دور کرسکیں۔ ان حالات میں بچوں کے لئے کارٹونس کے پروگرام بہت ہی مقبول ہوئے ہیں اور اندرون خانہ ذہنی تفریح کے لئے ان کو اختیار کیا گیا ہے۔

لیکن جو کارٹونس چینلوں پر پیش کئے جاتے ہیں ان کو بنانے والے عموماً وہ لوگ ہیں جن کے عقیدے اور عمل میں کجی ہے اور وہ خدا ورسول کے احکام سے بیزار ہیں اس لئے وہ ان کارٹونس کے ذریعہ بچوں کو ایسے پیغامات دیتے ہیں جو اسلامی عقائد اور اسلامی اعمال کے بالکل خلاف ہوتے ہیں اور یہ حقیقت ہے کہ فلم کے ذریعہ پیش کی جانے والی باتیں ذہن میں اچھی طرح بیٹھ جاتی ہیں اور بچوں کے صاف ذہن اس کو بہت ہی زیادہ قبول کرتے ہیں۔

کارٹونس کے ذریعہ سب سے زیادہ بچوں کے عقائد خراب ہوتے ہیں؛ کیونکہ اکثر کارٹونس میں باطل مذاہب کے عقائد کی ترجمانی ہوتی ہیں، مثلا: کسی میں جادوگروں کی جادوگری، ان کے کرتب، اور ان کی اثر انگیزی کو دکھلایا جاتا ہے، کسی میں یہ دکھلایا جاتا ہے کہ مشکل حالات میں کسی بت کی پوجا کرنے سے وہ مشکل دور ہوگئی، کسی کارٹون میں درخت وغیرہ کو آفات وحوادث سے حفاظت کرنے والے کی شکل میں پیش کیا جاتا ہے،

* استاذ حدیث وفقہ جامعہ عائشہ نسوان، حیدر آباد

کسی میں صلیب اور بت وغیرہ کے ذریعہ قلبی سکون اور راحت حاصل ہوتے ہوئے دکھایا جاتا ہے، کسی میں گرجا گھروں یا بت کدوں کو بتا کر ان میں ادا کئے جانے والے شرکیہ اعمال کو بتایا جاتا ہے اور ان کے پس منظر میں ان کے فوائد بھی دکھلائے جاتے ہیں۔

غرض یہ کہ غیر اسلامی کہانیاں اور غیر مسلموں کے باطل نظریات اور دیو مالائی قصے ان کارٹونس کے ذریعہ بتائے جاتے ہیں، اور بچے ان کو دیکھ کر ان سے صرف واقف ہی نہیں ہوتے بلکہ اسلامی تعلیمات سے ناآشنا ہونے کی وجہ سے ان نظریات وعقائد سے متاثر ہوتے ہیں اور پھر اسلامی عقائد وتعلیمات کے حوالے سے ان کے ذہن میں منفی رجحان پیدا ہوتا ہے؛ کیونکہ بچوں میں اتنا شعور تو ہوتا نہیں کہ دو متضاد چیزوں میں صحیح غلط کا امتیاز کرسکیں؛ بلکہ ٹی وی کی اسکرین پر انہیں جو کچھ نظر آتا ہے وہ اس کو صحیح تصور کرتے ہیں اور اس سے متأثر ہوتے ہیں اور ان کے حوالے سے ان کے ذہن میں عظمت واحترام کا رجحان پیدا ہوتا ہے۔

نیز بہت سے کارٹونس میں لڑائی جھگڑے اور مار پیٹ کے مناظر دکھائے جاتے ہیں، ان سے بچوں میں تندخوئی اور سختی پیدا ہوتی ہے اور وہ اس طرح لڑنا اور مار پیٹ کرنا شروع کرتے ہیں؛ اسی طرح بہت سے کارٹونس میں بداخلاقی اور غیر پسندیدہ جرأت مندی کے مناظر ہوتے ہیں، لباس وضع وقطع غیر اسلامی ہوتے ہیں، اکثر میں غیر اسلامی تہذیب اور کلچر کو دکھایا جاتا ہے، بہت سے کارٹونس میں جرائم کرنے اور ان کے برے انجام سے بچنے کے مناظر ہوتے ہیں، اپنے بڑوں اور والدین کی عظمت کے بجائے ان کے ساتھ مزاق اور بدتمیزی بھی بعض کارٹونس میں ہوتے ہیں، جنہیں دیکھ کر بچے ان کی تقلید کرتے ہیں؛ کیونکہ بچوں میں فطری طور پر کسی کی تقلید کرنے اور کسی کی نقل اتارنے کا مزاج رکھا گیا ہے، وہ جو دیکھتے ہیں اس کو صرف اپنے صاف ذہن میں بٹھاتے ہی نہیں بلکہ ویسا کرنے کی کوشش بھی کرتے ہیں۔

اس لئے اس طرح کے کارٹونس سے ان میں عملی بے راہ روی اور بداخلاقی پیدا ہوتی ہے اور جرائم سے واقف ہوکر غلط راہ پر چل پڑتے ہیں، پھر جھوٹے بہانوں کے ذریعہ والدین کو اپنے برے اعمال سے ناواقف رکھنے کی کوشش بھی کرتے ہیں اور اس طرح بدعملی اور جھوٹ کی راہ ان کے لئے آسان ہوجاتی ہے، اور پھر ایسے ہی بچے جیسے جیسے بڑے ہوتے ہیں برے اخلاق واعمال اور جرائم اور ان کی تدبیریں ان کے ذہن میں نئی نئی شکلوں میں پیدا ہونے لگتی ہیں، بالآخر شیطان ان کو اپنا لقمہ تر سمجھ کر ان سے ہر طرح کی برائی کرواتا ہے اور ان کو نیکی سے متنفر اور برائی کا دل دادہ بنا دیتا ہے۔

اس لئے والدین کی ذمہ داری ہے کہ اپنے بچوں کی تقلیدی نظروں کے سامنے اچھے اخلاق واعمال کے

نمونے پیش کریں اور اسلامی شخصیات کے واقعات ان کو سنائیں اور ان کے ذہن و دماغ میں اسلامی عقائد واعمال کو بسائیں، تاکہ وہ اچھے اخلاق کے پیکر بن سکیں اور مروجہ کارٹونس سے ان کو دور رکھیں تاکہ ان کے ذریعہ ان میں برے عقائد اور برے اعمال پیدا نہ ہوں۔ ورنہ کہیں ایسا نہ ہو کہ تفریح کے نام پر بچے اپنے دین وایمان سے بدظن ہو جائیں، اور دشمنان اسلام اپنے مشن میں کامیاب ہو جائیں؛ کیونکہ ان کی کوشش اور تمنا یہی ہے کہ نئی نسل میں ایسی چیزوں کو عام کیا جائے کہ وہ غیر اسلامی اقدار اور نظریات کو بآسانی قبول کر سکیں اور ان کے پاس ایمان وکفر کے امتیاز کی صلاحیت نہ ہو، اور اس مقصد کے حصول کے لئے وہ تعلیمی اور غیر تعلیمی اسباب وسائل کو مکمل استعمال کر رہے ہیں۔ اس لئے ہمیں ان سے ہوشیار رہتے ہوئے اپنے بچوں کی تربیت کرنی ہے، تاکہ ہمارا بچہ مسلمان باقی رہ سکے۔

اللہ کو خوش کرنا

صحابہ کے شاگردوں کو تابعین کہتے ہیں، تابعین میں ایک بزرگ گذرے ہیں، جن کا نام تھا ربیع بن خُثَیم وہ بڑے ہی نیک اور خوب عبادت کرنے والے تھے، اسکے ساتھ ساتھ وہ اللہ کے بندوں کی خدمت بھی جی لگا کر کرتے اور اللہ کا شکر خوب ادا کرتے تھے۔

ایک دن کی بات ہے کہ ربیع رحمہ اللہ جب گھر آئے تو ان کی بیوی نے کھانا پیش کیا، آج انکی بیوی نے کوئی خاص چیز بنائی تھی، کھانا بڑا لذیذ اور مزیدار تھا، جب انھوں نے لقمہ اپنے منھ میں رکھا تو کئی بار ان کی زبان سے نکلا الحمدللہ، الحمدللہ۔۔۔۔ اور وہ اس کھانے کو لے کر اپنے پڑوسی کے گھر گئے۔

وہاں ایک پاگل شخص رہتا تھا، انھوں نے وہ کھانا اُسے کھلایا اور اس کا ہاتھ منھ دھلا کر لوٹ آئے، بیوی نے کہا: واہ واہ! میں کھانا تمہارے لئے پکایا تھا، تم ایک پاگل آدمی کو کھلا آئے جو یہ بھی نہیں جانتا کہ اس نے کیا کھایا؟ حضرت ربیع رحمہ اللہ نے جواب دیا: خدا تو جانتا ہے۔

ماشاء اللہ کتنا اچھا جواب ہے اور کتنا ہی اچھا کام!

(ماخوذ از: سچی کہانیاں اور تربیتی باتیں حصہ دوم ص: ۱۴)

فقہ اسلامی (قسط۔۳)

اسلامی انشورنس دورِ حاضر کی شدید ترین ضرورت

از: مفتی احسان احمد قاسمی*

گذشتہ دو قسطوں سے آپ حضرات نے اسلامی انشورنس کا قرآن اور حدیث سے ثبوت اور موجودہ زمانے میں اس کی اہمیت وضرورت پر تفصیلی مطالعہ کیا ہوگا، اس قسط میں اس کے ماڈل اور طریقہ کار پر کچھ تحریر کرنے کا ارادہ ہے۔

جیسا کہ پہلے یہ بات بڑی وضاحت اور شرح وبسط کے ساتھ آ چکی ہے کہ مروجہ نظام انشورنس عقد معاوضہ کی وجہ سے غرر، قمار، اور ربا یعنی سود پر منحصر ہے، جس کی وجہ سے اکثر فقہاء اس کے عدم جواز کے قائل ہیں، لیکن اسلامی انشورنس کی بنیاد عقد تبرع پر رکھی گئی ہے جس میں انشورنس کمپنی کا مقصد کوئی تجارت کرنا نہیں بلکہ آپسی تعاون وتناصر کی شکلیں قائم کرکے پریشان حال افراد کی مدد ونصرت کرنا ہے بالفاظِ دیگر کمپنی کسی بڑے نقصان کو اس قدر تقسیم کر دیتی ہے کہ نقصان جس کا تحمل ایک فرد سے ناممکن تھا وہ کئی افراد پر عائد ہونے کی وجہ سے قابلِ تحمل بن جاتا ہے۔

اسلامی انشورنس کی بنیادی حیثیت کیا ہوگی اس پر تو علماء نے کافی تحقیق کے بعد کچھ شکلیں طئے کی ہیں جس کو آگے پیش کیا جائے گا لیکن اس سے پہلے اس کا عام ماڈل کیا ہوگا وہ ملاحظہ فرمائیں۔

تکافل کا عام ماڈل

شروع میں چند حصے دار مل کر ایک کمپنی بناتے ہیں جسے تکافل کمپنی یا انشورنس کمپنی کہا جائے گا جس کی تفصیل یہ ہے

(ا) کمپنی ایک پول (Pool) بناتی ہے اور جو لوگ اسلامی انشورنس (تکافل) لینے کے خواہش مند ہیں ان سے درخواست کرتی ہے کہ اس میں چندہ (Contribution) جس کے قواعد (Rules) مقرر ہوں گے اور انشورنس پالیسی ہولڈرس انہی اصول وضوابط کے مطابق چندہ دیں، اور پول حسبِ قواعد ان کے نقصانات کی تلافی (Cover) کرے گا، اس کے لئے کمپنی باقاعدہ مارکٹنگ کرتی ہے۔

(۲) کمپنی اس پول کی مالک نہیں ہوتی بلکہ اس کا کردار صرف اس پول کو حسبِ قواعد وضوابط چلانا (Operate) اور پول کے اموال ومنافع کا حساب محفوظ (Save) رکھنا ہے، کمپنی کا کھاتا اور اس پول کا کھاتا بالکل الگ الگ ہوتا ہے۔ کمپنی کے لئے جائز ہے کہ وہ اپنی خدمات کے عوض اس پول سے فیس وصول کرے، جسے وکالہ فیس کہتے ہیں اگرچہ بعض کمپنیاں یہ کام مفت بھی کرتی ہیں، لیکن وہ مضاربہ میں سے اپنا حصہ زیادہ مقرر کرتی ہیں، یعنی جو کمپنیاں وکالہ فیس وصول نہیں کرتی وہ مضاربہ شیئر زیادہ رکھتی ہے۔

(۳) کمپنی پول میں جمع شدہ رقم کو سرمایہ کاری میں لگاتی ہے جس میں کمپنی کی حیثیت بعض صورتوں میں مضارب کی اور پول کی حیثیت رب المال کی ہوتی ہے، اور بعض صورتوں میں پول مؤکل اور کمپنی کی حیثیت وکیل کی ہوتی ہے، بعض صورتوں میں وکالہ اور مضاربہ دونوں ہوتے ہیں۔

(۴) شرکاء وقت کے ساتھ ساتھ بڑھ سکتے ہیں، نیز مضاربہ میں منافع بھی حاصل ہوسکتا ہے جس کی وجہ سے پول کا سرمایہ بڑھے گا، پھر مختلف خرچوں (Expenses) اور شرکاء کو رقم دینے کے بعد اگر کچھ رقم بچ جائے تو اس کو ''فائض'' یا ''قدر زائد'' (Surplus) کہتے ہیں، جس میں کمپنی کو مختلف قسم کے اختیارات حاصل ہوتے ہیں کہ کچھ رقم مختلف ریزروڈ فنڈز میں ڈالے، کچھ خیرات کرے، کچھ شرکاء میں تقسیم کرے اور کچھ پول میں واپس ڈال دے۔

خلاصہ

اس تفصیل کے مطابق (تکافل) اسلامی انشورنس کمپنی کے بنیادی اعمال تین ہیں:

(۱) شرکاء چندہ دیں گے

(۲) پول حسبِ شرائط ان کو رقم دے گا

(۳) سرپلس یا اس کا کچھ حصہ شرکاء کی طرف واپس جائے گا۔

یہ تینوں کام باہم مربوط (Interconected) ہیں اور اس میں باقاعدہ شروط وقواعد کے مطابق لین دین لازم ہوتا ہے، یعنی شرکاء چندہ کے پابند ہوتے ہیں اور پول تلافی (Cover) کا پابند ہوتا ہے۔

فقہی حیثیت:

مذکورہ تکافل ماڈل کی فقہی حیثیت کیا ہوگی؟ اس میں فقہاء کی رائے میں قدرے اختلاف ہے، لیکن بہرحال ایک حیثیت پر تقریباً اتفاق ہوچکا ہے، چناں چہ بعض حضرات نے تکافل کو ہبہ بشرط العوض یا التزام التبرع میں داخل مانا ہے جو بچند وجوہ درست نہیں ہے اور ان کی تفصیلات درج کرنے سے مضمون کافی

طویل ہوجانے کا اندیشہ ہے، اسی لئے اسلامی انشورنس کی متفق علیہ حیثیت کو ہی درج کیا جارہا ہے۔

اوپر یہ بات بیان کی گئی ہے کہ کمپنی اولاً ایک پول قائم کرے اور انشورنس کے خواہش مند حضرات سے درخواست کریں کہ وہ اس پول میں اپنا چندہ جمع کرے کمپنی حسب قواعد وضوابط انشورنس ہولڈرس کے نقصانات کی تلافی کرتی رہے گی۔ یہ پول تعاونی رہے گا جس کا مقصد یہ ہوگا کہ جن شرکاء کو نقصان پہونچا ہے پول ان نقصانات کی تلافی کرے گا اور جو عطیات کی رقم اس میں آرہی ہے وہ محض تبرعات ہوگی، وہ کسی شرط کے ساتھ مشروط نہ ہوگی اور شرکاء کی ملکیت سے بھی خارج ہوجائے گی تاکہ ان پر نہ زکوٰۃ واجب ہوں نہ ان میں میراث کے احکام جاری ہوں اور نہ اس کی بنیاد پر وہ لوگ قدر زائد (سرپلس) کے مستحق ہوں، بلکہ یہ تبرعات مکمل طور پر پول کی ملکیت میں چلے جائیں اور پول ان میں حسبِ قواعد مقررہ تصرف کرے گا، اس صورت میں چندہ دہندگان اور پول کے درمیان کوئی تعلق نہ ہوگا جس کی وجہ سے یہ لوگ معاوضوں کے مستحق ہوں گے؛ بلکہ یہ لوگ چندے اور عطیات دیتے رہیں گے جن کا معاوضہ سے کوئی تعلق نہیں ہوگا اور غیر مشروط ہوگا، پھر جب ان کو نقصان پہونچے اور پول ان کے نقصان کی تلافی کرے تو وہ ایک مستقل عطیہ ہے جسے ''عطاء مستقل'' کہتے ہیں، وہ کسی سابقہ عقد کا نتیجہ نہیں ہے چوں کہ پول کو اپنی ملکیت میں ہر قسم کے تصرف کا اختیار ہے لہذا اس کو یہ بھی اختیار حاصل ہوگا کہ وہ فائض (سرپلس) میں سے شرکاء کو بھی کچھ حصہ دے دے۔

خصوصیات:

خلاصہ یہ ہے کہ تکافل ماڈل میں درج ذیل خصوصیات پائی جاتی ہیں:

(۱) چندہ دہندگان کا چندہ کسی شرط کے ساتھ مشروط نہ ہو

(۲) پول کا کوریج (Coverage) مستقل عطیہ کی حیثیت سے ہو۔ یعنی وہ کسی سابقہ عقد کا نتیجہ نہ ہو

(۳) چندے کی ملکیت شرکاء کی ملکیت سے خارج ہو۔

(۴) پول اس چندے کا مالک ہو کیوں کہ ''خروج الشئی لا الی الملک'' (کسی شئی کا کسی کی ملکیت سے اسطرح نکل جانا کہ دوسرے کی ملکیت میں داخل نہ ہو) درست نہیں۔

ان خصوصیات پر مشتمل ماڈل نہ عقد معاوضہ بنے گا نہ اس میں زکوٰۃ ومیراث کے مسائل پیدا ہوں گے۔

البتہ یہ مقاصد اس وقت حاصل ہوں سکتے ہیں، جب کہ اس پول کا ایک معنوی وقانونی وجود (Legal Entily) ہو، جس کو ''شخص قانونی'' کہتے ہیں، یہ ایسا شخص ہو کہ جو مالک بھی بنتا ہو اور مالک بناتا بھی ہو (چناں چہ جو تکافلات محض تبرعات پر مبنی ہوتے ہیں، ان کا کوئی قانونی وجود نہیں ہوتا) اور وہ اساس اور بنیاد

صرف وقف ہی ہے؛لہذا یہ پول وقف پر مبنی ہونا چاہیئے، کیوں کہ وقف ہی ایک ایسی چیز ہے جس کا الگ وجود شریعت بھی مانتی ہے،اور قانون بھی مانتا ہے، نیز وقف میں کافی گنجائش ہے یعنی اس کا دائرہ وسیع ہے،اس میں بسا اوقات ایسی شرائط کی بھی گنجائش ہوتی ہے جو دوسرے عقود میں نہیں ہوتی اس لئے کہ وقف میں شرائط کی گنجائش ہبہ اور تبرع کے مقابلہ میں زیادہ ہوتی ہے،لہذا تکافل اور اسلامی انشورنس کی بہترین بنیاد وقف ہی ہے۔

وقف میں ذکر کردہ نکات میں سے اسلامی انشورنس میں چار نکات کا زیادہ دخل رہتا ہے۔

(۱) نقود کا وقف جائز ہے۔

(۲) واقف بوقت وقف کوئی جائز اور مناسب شرط لگا سکتا ہے۔

(۳) اصل وقف خرچ نہیں ہوگا البتہ اس کو باقی رکھتے ہوئے اس سے استفادہ کیا جائے گا، نیز وقف کو جو چندہ یا عطیہ ملتا ہے وہ خود وقف نہیں ہوگا بلکہ وہ مملوک وقف ہوگا،لہذا اس کے عین کو خرچ کرنا جائز ہوگا تاہم وقف النقود میں ہلاک عین ہوتا ہے جو قابل اشکال ہوسکتا ہے جس کی جواز کی تفصیلات بڑی کتابوں میں موجود ہے۔

(۴) وقف میں یہ ضروری ہے کہ وہ ایسی جہت کیلئے ہو جو منقطع نہ ہو، یعنی وقف کا مقصد جاری وساری ہو ختم ہونے والا نہ ہو۔

(جاری۔۔۔۔۔۔۔۔۔)

نہ پُر کیف دن ہے نہ پُر کیف راتیں
گناہوں کا اپنے اثر دیکھ لیجئے
نہیں جن کے پرواز کی انتہا تھی
وہی اب ہیں بے بال و پَر دیکھ لیجئے

(حضرت مولانا محمد احمد پرتاب گڑھی رحمۃ اللہ علیہ)

فقہ وفتاویٰ

قربانی سے متعلق چند احکام

ادارہ

قربانی کے ایام

مسئلہ: قربانی کے ایام تین ہیں، یعنی ۱۰/ ۱۱/ ۱۲/ ذی الحجہ، اس سے پہلے یا بعد میں قربانی معتبر نہیں ہے (ہندیہ: ۵/ ۲۹۵) ۱۰/ ذی الحجہ کو قربانی کرنا سب سے افضل ہے، اس کے بعد ۱۱/ اور ۱۲/ ذی الحجہ کا درجہ ہے (البحر الرائق زکریا: ۹/ ۳۲۲)

رات میں قربانی کرنا

مسئلہ: ایامِ قربانی میں رات میں قربانی کرنا بھی بکراہت معتبر ہے۔ (لیکن روشنی وغیرہ کا اچھا انتظام رکھیں، ایسا نہ ہو کہ اندھیرے کی وجہ سے ذبح میں کمی رہ جائے۔) (جامع الفتاویٰ: ۴/ ۴۵۸)

قربانی کے وقت میں شہر اور دیہات کا فرق

مسئلہ: قربانی کا اصل وقت ۱۰/ ذی الحجہ کی صبح صادق سے شروع ہو کر ۱۲/ ذی الحجہ کے سورج غروب ہونے تک رہتا ہے؛ البتہ جس بڑی آبادی میں عید کی نماز ہوتی ہے وہاں نمازِ عید الاضحیٰ کے بعد ہی قربانی درست ہوگی اور جہاں نمازِ عید جائز نہ ہو جیسے چھوٹے گاؤں و دیہات تو وہاں صبح صادق کے فوراً بعد سے قربانی درست ہے۔ (ہندیہ: ۵/ ۲۹۵)

قربانی کی صحت کے لئے شہر میں کسی بھی جگہ نماز عید ہونا کافی ہے

مسئلہ: اگر کسی شہر میں کسی جگہ نمازِ عید الاضحیٰ پڑھ لی جائے تو پورے شہر والوں کے لئے قربانی کرنا درست ہو جاتا ہے، اس میں عید گاہ یا جامع مسجد وغیرہ کی نماز پر صحت کا مدار نہیں ہے۔ (جامع الفتاویٰ: ۴/ ۴۵۹)

جس شہر میں قربانی کی جائے وہیں کی نمازِ عید کا اعتبار ہے

مسئلہ: اگر کسی شخص نے دوسرے شہر میں قربانی کا انتظام کیا ہو تو اسی شہر میں نمازِ عید کے بعد قربانی درست

ہوگی (بالفرض اگر مالک کے شہر میں نمازِ عیدنہ ہوئی تو اس کا انتظار نہیں کیا جائے گا)۔(تاتارخانیہ زکریا:۱۷/۴۲۲)

جس شہر میں فتنہ اور انتشار کی وجہ سے نماز عید پڑھنا ممکن نہ ہو وہاں قربانی کب کریں؟

مسئلہ: اگر کسی شہر میں آپسی انتشار یا کرفیو، وغیرہ کی وجہ سے عیدالاضحیٰ کی نماز پڑھنا ممکن نہ ہو تو بہتر یہی ہے کہ ۱۰/ذی الحجہ کو زوال کے وقت تک انتظار کیا جائے اس کے بعد قربانی کی جائے؛ لیکن اگر کوئی شخص زوال سے پہلے ہی قربانی کرلے تو مختار قول کے مطابق اس کی قربانی بھی درست ہوجائے گی۔(ھندیہ:۱/۲۹۵)

دیہات میں شہر کی نمازِ عید سے قبل قربانی

مسئلہ: گاؤں دیہات میں ۱۰/ذی الحجہ کو صبح صادق کے فوراً بعد سے قربانی کی اجازت ہے حتیٰ کہ اگر دیہات کے بعض لوگ شہر میں عید کی نماز پڑھنے جائیں اور گھر والے ان کی واپسی سے قبل قربانی کردیں تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔(ھندیہ:۵/۲۹۶)

شہری کا دیہات میں قربانی کرانا

مسئلہ: اگر شہری شخص نے دیہات میں قربانی کا نظم کیا ہو، یا اپنا جانور پہلے ہی دیہات میں بھیج دیا ہو تو وہاں صبح صادق کے فوراً بعد اس کی قربانی درست ہوجائے گی، شہر کی نماز عید کا انتظار نہیں کیا جائے۔

(تاتارخانیہ، زکریا:۱۷/۴۲۲، شامی زکریا:۹/۴۸۲)

کم قیمت کی بنا پر دوسری جگہ قربانی

مسئلہ: سستی قیمت کی بنا پر دوسری جگہ قربانی کرانے میں شرعاً کوئی حرج نہیں ہے؛ لیکن یہ بات یاد رہے کہ مالی عبادات میں جتنا زیادہ روپیہ پیسہ خرچ کیا جاتا ہے ثواب اتنا ہی زیادہ ملتا ہے۔(جامع الفتاویٰ:۴/۴۱۹)

دکھاوے کے لئے گراں قیمت جانور خریدنا

مسئلہ: آج کل بعض لوگ محض ناموری اور دکھاوے کے لئے گراں قیمت جانور خریدتے ہیں اور پھر اس کا خوب چرچا کرکے خوش ہوتے ہیں، تو اس ریاکاری کے ساتھ ثواب کی امید رکھنا محض فریب ہے، اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہی عمل مقبول ہے جو خالص اللہ کی رضا کے لئے کیا جائے، ریاکاری کا جانور کتنا ہی قیمتی ہو اللہ کی نظر میں اس کی کوئی قیمت نہیں، قال اللہ تعالیٰ: لَنْ يَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوْمُهَا وَلَا دِمَآؤُهَا وَلٰكِنْ يَّنَالُهُ التَّقْوٰى مِنْكُمْ ط (سورۃ الحج:۳۷)(مسائل قربانی وعقیقہ:۲۷)

(ماخوذ از: کتاب المسائل:۲/۲۱۴ تا ۲۱۹)